التفسیر، مجلس تفسیر، کراچی جلد ۶، شمارہ ۱۸، اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

امام ابو حنیفہؒ بحیثیت امام اعظم فی الحدیث

خواجہ محمد عمیر

Imaam Abu Hanifah (R.A)was a prestigious Mujtahid, Muhaddith, authoritative person, truthfully spoken, abstinent, wise, and pious and teacher of all imam of saha.

A great many Muhadditheen and Hanafi, Shafiee, Maaliki and Hanbali Ulamaa are in unison with regards to Imaam Sahib's strengths and virtues. Thousands of literary works have been compiled by Imaam Abu Hanifah (R. A.).Amongst the Imaams Imaam-e-Aazam(Greatest of the Imaams) was the address of Imama Abu Hanifa (RA)alone.

(A great group of Ulamaa and Muhadditheen remained the followers of Imaam Abu Hanifah (RA.), and more than half of the Ummah of Prophet Wasallam are, till this Muhammed Sallallahu Alaihi day, followers also.

امام اعظم ابو حنیفہؒ اسلامی علوم وفنون کے تمام شعبہ ہائے جات زندگی میں امام اور مجتہد تھے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ علم حدیث میں کمال کی بصیرت رکھتے تھے اسی لئے قرآن مجید کی نصوص شرعیہ اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں روایات کی پرکھ کرتے تھے۔ راویوں کے احوال اور ان کی صفات پر بھی بڑی گہری نظر رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی یہ ثابت نہ کرسکا کہ امام اعظمؒ کا بیان کردہ فلاں حکم حدیث کے خلاف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے تمام اکابر محدثین، فقہاء کرام اور بالخصوص آئمہ صحاح نے استفادہ حاصل کیا۔

علامہ ابن خلدون نے امام اعظمؒ کے متعلق یہ جو کہا کہ آپ سے سترہ یا اس کے قریب قریب احادیث مروی ہیں تو یہ انکا اپنا قول نہیں ہے بلکہ انھوں نے اسے صیغہ مجہول کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ یقال بلغت روایة الی سبعة عشر حدیثا او نحوها یعنی ''یقال'' کہہ کر اس قول کے ضعف ہونے پر مہر ثبت کی ہے۔ گویا ابن خلدونؒ ایک مؤرخ ہیں محدث نہیں اسی لیے انھوں نے امام مالکؒ کی مرویات بھی انکی مؤطا میں تین سو کے قریب بتائی ہے۔

اسی طرح ابن خلدونؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کی مرویات مسند احمد میں پچاس ہزار کے قریب بیان کی ہے۔"احمد بن حنبل ؒ فی مسندہ خمسون الف حدیث" (مقدمہ)

حالانکہ اہل علم اس بات سے بالکل واقف ہیں کہ مؤطا امام مالکؒ میں یہ تعداد سترہ سو ہیں اور مسند احمد میں تیس ہزار احادیث ہیں۔ لہذا جب ابن خلدونؒ سے امام مالک اور امام احمد بن حنبلؒ کے معاملے میں تسامح ہوسکتا ہے تو اسی طرح امام اعظم ابو حنیفہؒ کے بارے میں بھی تسامح ہوا ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کی ولادت باسعادت

امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت پر تین مشہور اقوال توجہ طلب ہیں :

ا۔ جمہور آئمہ کے ہاں یہ بات معروف ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی ولادت ۸۰ ہجری میں ہوئی اور وصال ۱۵ شعبان المعظم ۱۵۰ ہجری میں ہوا۔ لہذا اس قول کے مطابق آپ کی عمر ستر (۷۰) سال ہوئی۔

امام ابن جوزیؒ فرماتے ہیں:

ولد سنة ثمانين۔(۱)

ترجمہ: امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

بقول امام عبدالقادر بن ابی الوفاء قرشی۔

الصحيح أنه ولد سنة ثمانين۔(۲)

ترجمہ: ''صحیح قول یہ ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

۲۔ بعض آئمہ کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۷۰ھ میں ہوئی ہے۔

امام ابن حبانؒ (متوفی ۳۵۴ھ) نے اپنی کتاب ''الجرح والتعديل'' میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۷۰ھ بتائی ہے۔(۳)

علامہ بدرالدین عینیؒ (۸۵۵ھ) ''عمدة القاری'' میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۷۰ھ بتاتے ہیں:

وقيل مولده سنة سبعين۔(۴)

ترجمہ: ''کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا سن ولادت ۷۰ھ ہے۔''

۳۔ اسی طرح بعض آئمہ کے نزدیک امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی ہے۔

سنن ترمذی کے راوی امام مزاحم بن ذوادؒ فرماتے ہیں:

أنه ولد على احدى وستين۔(۵)

ترجمہ: ''امام ابوحنیفہؒ کی ولادت ۶۱ھ میں ہوئی۔''

علامہ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں:

وقيل مولده سنة احدى وستين۔(۶)

ترجمہ: ''کہا گیا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کا سن ولادت ۶۱ھ ہے۔''

لطیف نکتہ:

مختلف آئمہ کی رائے کو مدنظر رکھتے ہوئے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت ۸۰ھ میں نہیں بلکہ ۷۰ھ یا ۶۱ھ میں ہوئی اس حساب سے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی عمر وصال کے وقت

۸۰ یا ۸۹ سال بنتی ہے لہذا آئمہ کے قول میں فرق ہونے کے باعث آپ کی عمر میں ۱۰ سے ۱۹ سال کا واضح فرق پڑتا ہے۔ چنانچہ اگر امام اعظم ابوحنیفہؒ ۶۱ھ یا ۶۳ھ مان لیا جائے تو آپ کے صحابہ کرامؓ سے سماع کرنے پر بعض لوگوں نے جو اعتراضات کیے ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی نعمان، کنیت: ابوحنیفہؒ اور لقب امام اعظم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ لفظ حنیفہ حنیف سے مونث ہے۔ آپ کی کنیت صاحبزادی کی وجہ سے نہیں تھی کیونکہ آپ کے صرف ایک صاحبزادے حماد تھے درحقیقت آپ کی کنیت وصفی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں لفظ حنیف استعمال کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝ (آل عمران ۳:۹۵)

ترجمہ: تم فرماؤ اللہ سچا ہے تو ابراہیم کے دین پر چلو جو ہر باطل سے جدا تھے اور شرک والوں میں نہ تھے ۝

امام اعظم ابوحنیفہؒ نے بذات خود اپنی کنیت ابوحنیفہ اختیار فرمائی جس کا مطلب صاحب ملت حنیفیہ ''ملل باطلہ سے اعراض کر کے ملت حق کو اختیار کرنے والا'' آپ کی ذات ملت حنیفہ اور دین اسلام کے لیے وقف تھی۔

رسالت مآب ﷺ کی بشارت:

رسالت مآب ﷺ نے اہل فارس کے ایک شخص کے بارے میں بشارت دی ہے۔ اس حدیث کو امام مسلم القشیریؒ نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال: من أبناء فارس حتى يتناوله۔(۷)

ترجمہ: ''اگر دین اوج ثریا پر بھی ہوا تو اہل فارس (یا فرمایا: ابناء فارس) میں سے ایک شخص اسے وہاں سے بھی پا لے گا۔''

محدثین کے نزدیک یہ بشارت امام اعظمؒ سے متعلق ہے۔

جلال الدین سیوطیؒ (۹۱۱ھ) نے "تبییض الصحیفۃ" میں تبشیر النبی ﷺ بہ (امام اعظم کے حق میں رسالت مآب ﷺ کی بشارت) کے عنوان سے باب لکھا ہے۔

أقول، وقد بشر بالامام أبی حنیفۃ فی الحدیث الذی أخرجہ أبو نعیم فی الحلیۃ۔

"میں کہتا ہوں: اس حدیث میں امام ابو حنیفہؒ کی بشارت دی گئی ہے جسے امام ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں روایت کیا ہے۔

امام سیوطیؒ نے اس حدیث مبارکہ کو تین صحابہ کرامؓ سے، پانچ کتب سے، ۲۰ عبارات سے تخریج کیا ہے جو کہ پختہ دلیل ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: فہذا أصل صحیح یعتمد علیہ فی البشارۃ والفضیلۃ نظیر المحدثین الذین فی الامامین ویستغنی بہ عن الخبر الموضوع۔(۸)

ترجمہ: امام اعظم کے حق میں بشارت اور فضیلت پر یہ حدیث اصل اور صحیح ہے جس پر اعتماد کیا جاتا ہے جس طرح کہ پہلی روایات میں امام مالک اور امام شافعی کی بشارت تھی، امام اعظم کے حق میں یہ صحیح حدیث، موضوع روایات سے بے نیاز کر دیتی ہے۔"

امام ابن حجر ہیتمی المکی الشافعیؒ (۹۷۳ھ) نے بھی الخیرات الحسان میں لکھا ہے۔

جس کا عنوان: فیما ورد من تبشیر النبی ﷺ بالامام أبی حنیفۃ (امام ابو حنیفہؒ کے حق میں وارد ہونے والی رسالتمآب ﷺ کی خوشخبری) لکھتے ہیں۔

أن الامام أبا حنیفۃ ہو المراد من ہذا الحدیث ظاہر لا شک فیہ لانہ لم یبلغ أحد أی فی زمنہ من أبناء فارس فی العلم مبلغہ ولا مبلغ أصحابہ وفیہ معجزۃ ظاہرۃ للنبی ﷺ حیث أخبر بما سیقع ولیس المراد بفارس البلد المعروف بل جنس من العجم وہم الفرس وسیأتی أن جد الامام أبی حنیفۃ منہم علی ما علیہ الاکثرون۔(۹)

ترجمہ: "یعنی بلاشبہ اس حدیث سے امام ابو حنیفہؒ مراد ہیں کیونکہ آپ کے زمانے میں اہل فارس میں کوئی شخص بھی آپ کے مبلغ علم اور آپ کے شاگردوں کے درجہ علم تک نہیں پہنچا، اور

اسی حدیث میں رسالت مآب ﷺ کا معجزہ بھی ظاہر ہے کہ جیسا رسالت مآب ﷺ نے خبر دی ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔ فارس سے مراد کوئی مشہور شہر نہیں ہے بلکہ یہ عجم کے لحاظ سے جنس ہے اور وہ فارسی کہلاتے ہیں، آگے عنقریب بیان آئے گا کہ امام ابو حنیفہؒ کے دادا فارسی النسل تھے اسی پر اکثر ائمہ کا اتفاق ہے۔"

امام جلال الدین سیوطیؒ اور امام ابن حجر ہیتمیؒ کی تحقیق سے معلوم ہوا کہ اہل فارس میں سے جس خوش نصیب کے بارے میں رسالت مآب ﷺ نے بشارت دی تھی" وہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ہی ہیں۔"(۱۰)

امام اعظم ابو حنیفہؒ نسلاً فارسی تھے۔ آپ کے آباؤ و اجداد سر زمین فارس کے شہر انبار کے رہنے والے تھے، بعض مؤرخین نے بابل بھی لکھا ہے۔

امام اعظمؒ کے پوتے خود فرماتے ہیں أنا اسماعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان من أبناء فارس الاحرار واللہ ما وقع علینا رق قط۔(۱۱)

ترجمہ: "میں اسماعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان آزاد ابناء فارس میں سے ہوں، اللہ رب العزت کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔"

فقہاء ثلاثہ میں سے کوئی بھی فارسی النسل نہ تھا۔

امام مالکؒ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۹۳ھ میں ہوئی لہذا آپ عربی ہیں۔

امام شافعیؒ کی ولادت ۱۵۰ میں بیت المقدس کے علاقہ عسقلان یا غزہ میں ہوئی لہذا آپ بھی عربی ہیں۔

امام احمد بن حنبلؒ والد اور والدہ دونوں کے اعتبار سے عربی النسل ہیں آپکی ولادت بغداد میں ہوئی۔

لہذا اس سے ثابت ہوا کہ تینوں آئمہ فقہ میں سے کوئی بھی فارسی النسل نہ تھا سوائے امام اعظم ابو حنیفہؒ کے جو فارسی النسل ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ ائمہ صحاح کے استاذ ہیں مختلف اسانید اور طرق سے۔

۱۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) کا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں بڑا اہم مقام ہے وہ فرماتے ہیں کہ علم کے حصول کے لیے امام اعظم ابو حنیفہؒ کی صحبت لازم اختیار کرو کیونکہ انہی سے حدیث کے معنی اور تعبیر مل سکتی ہے۔اور امام یحییٰ بن معینؒ (متوفی ۲۳۳ھ) امام عبداللہ بن مبارکؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور یہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ اور امام نسائیؒ کے استاذ ہیں۔

تحقیقی جائزہ

امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

روی عنه ابن المبارك۔ (۱۲)

ترجمہ: "امام عبداللہ بن مبارک نے آپ سے روایت کیا ہے۔"

بقول امام مسلم القشیریؒ:

امام یحییٰ بن معینؒ، امام عبداللہ بن مبارکؒ کے شاگرد ہیں اور آپ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔

ابو زکریا یحیى بن معين سمع عبد الله بن المبارك۔ (۱۳)

ترجمہ: "ابو زکریا یحییٰ بن معینؒ نے عبداللہ بن مبارکؒ سے سماع کیا ہے۔"

بقول امام ابن حجر عسقلانیؒ:

امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور امام ابو داؤدؒ نے امام یحییٰ بن معینؒ سے روایت کیا ہے۔

روی عنه البخاري و مسلم و أبو داؤد۔ (۱۴)

ترجمہ: "امام بخاریؒ، امام مسلمؒ امام ابو داؤدؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔"

۲۔ امام عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) کا امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں بڑا اہم مقام ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ حدیث شناس تھے اگر رائے اور قیاس کی ضرورت ہو تو مالک، سفیان اور ابو حنیفہؒ کی رائے معتبر ہے۔مزید فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں۔اور امام ابن ابی شیبہؒ (متوفی ۲۳۵ھ) امام عبداللہ بن مبارکؒ کے تلامذہ میں سے ہیں اور یہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤد، امام ترمذیؒ اور

امام نسائیؒ کے استاذ ہیں۔

تحقیقی جائزہ

امام مسلمؒ، امام ابن ابی شیبہؒ کے حوالے سے فرماتے ہیں:

أبو بكر عبد الله بن محمد بن أبي شيبة العبسي الكوفي سمع ابن المبارك۔ (۱۵)

ترجمہ: امام ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ عبسی کوفیؒ نے ابن مبارکؒ سے سماع کیا ہے۔"

بقول امام جلال الدین سیوطیؒ:

روی عنه البخاري و مسلم و أبو داؤد و ابن ماجه۔ (۱۶)

ترجمہ: "امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔"

۳۔ امام ہشیم بن بشیرؒ (متوفی ۱۸۳ھ) بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔اور آپ سے باقاعدہ اکتساب فیض کیا۔اور امام عمرو بن زرارہ (متوفی ۲۳۸ھ) امام ہشیم بن بشیرؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اور یہ امام بخاریؒ، امام مسلمؒ، امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ، امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کے استاذ ہیں۔

تحقیقی جائزہ

امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

روی عنه هشيم بن بشير۔ (۱۷)

ترجمہ: "ہشیم بن بشیرؒ نے آپ سے روایت کیا ہے۔"

امام ابن ابی حاتمؒ، امام عمرو بن زرارہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

روی عن هشيم۔ (۱۸)

ترجمہ: "انہوں نے ہشیمؒ سے روایت کیا ہے۔"

بقول امام ابن حجر عسقلانیؒ:

روی عنه البخاري و مسلم و النسائي۔ (۱۹)

ترجمہ: امام بخاریؒ، امام مسلم اور نسائیؒ نے آپ سے روایت کیا۔

۴۔امام یزید بن ہارونؒ (متوفی ۲۰۶ھ) بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں ۔یزید بن ہارونؒ فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ متقی پرہیز گار ،زاہد ،زبان کے سچے اور اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ تھے۔اور امام یعقوب بن ابراہیمؒ(متوفی ۲۵۲ھ) ،امام یزید بن ہارونؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور یہ امام بخاریؒ،امام مسلمؒ ،امام ابوداؤدؒ ،امام ترمذیؒ ،امام نسائیؒ اور امام ابن ماجہؒ کے استاذ ہیں ۔

تحقیقی جائزہ

امام ذہبیؒ اور امام مزیؒ ،امام اعظمؒ کے تعارف میں لکھتے ہیں:

روی عنه یزید بن هارون۔(۴۰)

ترجمہ:یزید بن ھارونؒ نے آپ سے روایت کیا۔

یزید بن ھارونؒ فرماتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے حافظ تھے۔(۴۱)

بقول امام ابن حجر عسقلانیؒ ،امام یعقوب بن ابراہیمؒ کے ترجمہ میں درج کرتے ہیں

:

روی عن یزید بن هارون روی عنه الجماعة۔(۴۲)

ترجمہ:"انہوں نے یزید بن ہارونؒ اور ان سے آئمہ صحاح ستہ نے روایت کیا ہے۔"

۵۔ امام عبد الرزاق بن ہمامؒ (متوفی ۲۱۱ھ) بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں ۔اور امام محمود بن غیلانؒ(متوفی ۲۳۹ھ) امام عبد الرزاق بن ہمامؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور یہ امام بخاریؒ،امام مسلمؒ ،امام ابوداؤدؒ، امام ترمذیؒ ،امام نسائیؒ اورؒ امام ابن ماجہؒ کے استاذ ہیں۔

تحقیقی جائزہ

امام ذہبیؒ نے امام اعظمؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں ۔

روی عنه عبد الرزاق۔(۴۳)

ترجمہ:"امام عبد الرزاقؒ نے آپ سے روایت کیا ہے۔"

بقول امام ابن حجر عسقلانیؒ نے امام عبد الرزاق بن ہمامؒ کے تذکرہ میں درج کیا

ہے:

روی عنه محمود بن غیلان المروزی۔(۴۴)

ترجمہ:"امام محمود بن غیلان مروزیؒ نے ان سے روایت کیا ہے۔"

امام مزیؒ نے امام محمود بن غیلانؒ کے حوالے سے لکھتے ہیں :

روی عنه الجماعة سوی أبی داود۔(۴۵)

ترجمہ:"امام ابو داؤد کے علاوہ باقی پانچوں آئمہ صحاح نے محمود بن غیلان سے روایت کیا ہے۔"

امام اعظم ابو حنیفہؒ بحیثیت امام شافعیؒ کے استاذ

ا۔امام محمد بن حسن شیبانیؒ (متوفی ۱۸۹ھ) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں اور اشاعت فقہ حنفی میں آپ کا کردار کسی تعریف کا محتاج نہیں ہے۔امام محمد بن ادریس شافعیؒ نے ،امام محمد بن حسن شیبانیؒ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔

تحقیقی جائزہ

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے دو مشہور شاگرد ہیں جنہیں صاحبین بھی کہا جاتا ہے ،امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ ہیں۔امام محمدؒ عالم اسلام میں مستقل فقہی مکتب فکر کے بانی مانے جاتے ہیں اور امام شافعیؒ کے استاذ ہیں ۔

امام محمدؒ امام اعظمؒ کی صحبت اختیار کرنے کے لیے فرماتے ہیں :

جالست الامام وأنا ابن سبع عشرة سنة۔(۴۶)

ترجمہ:"میں سترہ برس کی عمر میں امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔"

امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے حدیث روایت کی ہے۔

امام مزیؒ نے امام شافعیؒ کے ترجمہ میں درج کیا:

روی عن محمد بن الحسن الشیبانی۔(۴۷)

ترجمہ:"امام شافعیؒ نے امام محمد بن حسن شیبانیؒ سے روایت کیا ہے۔"

امام ابوعبیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ سے سنا کہ:

لقد کتبت عن محمد بن الحسن وقر بعیر ذکر ولو لاہ ماانفتق لی من العلم ما انفتق فالناس کلھم فی الفقه عیال علی أهل العراق وأهل العراق عیال علی أهل الکوفة وأهل الکوفة کلھم عیال علی أبی حنیفة۔(۲۸)

ترجمہ: ''میں نے امام محمد بن حسن سے اس قدر علم لکھا ہے کہ اس بوجھ کو صرف اونٹ ہی اٹھا سکتا ہے۔اگر وہ نہ ہوتے تو مجھ پر علم کی وہ راہیں منکشف نہ ہوتیں جو ہوگئیں ،سارے لوگ فقہ میں اہل عراق کے عیال ہیں اور سارے اہل عراق اہل کوفہ کے عیال ہیں اور سارے اہل کوفہ امام ابو حنیفہ کے عیال ہیں۔''

امام شافعیؒ نے ۱۲سو سال پہلے ہی فرما دیا تھا کہ سارے لوگ فقہ میں امام اعظمؒ کے عیال ہیں ۔

۲۔ امام عبد المجید بن عبد العزیزؒ (متوفی ۲۰۶ھ) امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں بہت اہمیت رکھتے ہیں ۔اور امام محمد بن ادریس شافعیؒ ،امام عبد المجید بن عبد العزیزؒ کے تلمیذ ہیں ۔

تحقیقی جائزہ

امام عبد المجید بن عبد العزیزؒ نے امام اعظمؒ سے روایت کیا ہے۔اُن سے باقاعدہ علم حاصل کیا۔امام عسقلانیؒ نے امام اعظمؒ کے حوالے سے لکھتے ہے:

روی عنه عبد المجید بن عبد العزیز بن أبی رواد ۔(۲۹)

ترجمہ: ''امام عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

امام شافعی نے امام عبد المجید بن عبد العزیز سے روایت کی ہے۔امام مزیؒ ،امام عبد المجیدؒ کے حوالے سے لکھتے ہے:

روی عنه محمد بن ادریس الشافعی ۔(۳۰)

ترجمہ: ''امام محمد بن ادریسؒ شافعی نے ان سے روایت کیا۔''

امام اعظم ابو حنیفہؒ بحیثیت امام احمد بن حنبلؒ کے استاد:

ا۔ امام ھشیم بن بشیرؒ (متوفی ۱۸۳ھ) بھی امام اعظم ابو حنیفہؒ کے تلامذہ میں سے

ہیں۔ اور امام احمد بن حنبلؒ ،امام ھشیم بن بشیر کے تلمیذ رہے ہیں۔

تحقیقی جائزہ

ا۔امام بخاریؒ نے امام ابو حنیفہؒ کے حوالے سے لکھا ہے:

روی عنه ھشیم بن بشیر ۔ (۳۱)

ترجمہ: ''ھشیم بن بشیرؒ نے آپ سے روایت کیا ہے۔''

۲۔امام ذہبیؒ نے امام احمد بن حنبلؒ کے حوالے سے لکھتے ہے:

سمع ھشیما۔(۳۲)

ترجمہ: ''انہوں نے ہشیمؒ سے سماع کیا۔''

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک روایت حدیث کے اصول وضوابط:

میں اپنے شیخ کی مدد سے چیدہ چیدہ وہ اصول جو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک حدیث کے باب میں بہت اہم ہیں درج ذیل ہیں ۔

ا۔امام اعظم ابو حنیفہؒ صحابہ اور فقہاء تابعین کے علاوہ اور کسی شخص کی روایت بالمعنی کو قبول نہیں کرتے تھے ۔(۳۳)

۲۔امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو خبر واحد صریح قرآن کے مخالف ہو وہ بھی معتبر نہیں ۔(۳۴)

۳۔امام اعظم ابو حنیفہؒ ضبط کتاب کی بجائے ضبط صدر کے قائل تھے اور صرف اسی راوی سے حدیث لیتے تھے جو اس روایت کا حافظ ہو۔(۳۵)

۴۔امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک صحابہ کرام سے روایت کرنے والے ایک یا دو شخص نہ ہوں بلکہ اتقیاء کی ایک جماعت نے صحابہ کرامؓ سے اس حدیث کو روایت کیا ہو۔(۳۶)

۵۔جو حدیث عقل قطعی کے مخالف ہو(یعنی اس سے اسلام کے کسی مسلم اصول کی مخالفت لازم آتی ہو۔) وہ امام اعظم کے نزدیک مقبول نہیں ہے ۔(۳۷)

۶۔ایک واقعہ کے مشاہدہ کے بارے میں متعارض روایات ہوں تو اس شخص کی روایت کو قبول کیا جائے گا جو ان میں زیادہ قریب سے مشاہدہ کرنے والا ہو۔(۳۸)

۷۔جس حدیث میں بعض اسلاف پر طعن کیا گیا ہو وہ بھی مقبول نہیں ہے۔(۳۹)

۸۔امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک جو خبر واحد سنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ بھی معتبر نہیں ہے۔(۴۰)

۹۔اگر راوی کا اپنا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت مقبول نہیں ہو گی کیونکہ یہ مخالفت یا تو راوی میں طعن کا موجب ہو گی یا نسخ کے سبب سے ہو گی۔(۴۱)

۱۰۔حضور اکرم ﷺ کے صریح قول یا فعل کے خلاف اگر کسی ایک صحابی کا قول یا فعل ہو تو وہ مقبول نہیں ہے۔(۴۲)

۱۱۔خبر واحد سے حضور اکرم ﷺ کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو اور صحابہ کی ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا ہو تو آثار صحابہ پر عمل کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں یا تو وہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یا وہ منسوخ ہو چکی ورنہ رسالت مآب ﷺ کے صحیح اور صریح فرمان کے ہوتے ہوئے صحابہ کرام ؓ کی جماعت اس کی کبھی مخالفت نہ کرتی۔(۴۳)

امام ابو حنیفہؒ بحیثیت امام اعظم فی الحدیث اور معترضین:

بعض معترضین کے نزدیک امام بخاریؒ کا امام اعظمؒ سے روایت نہ لینا ان کے غیر ثقہ ہونے کی طرف کھلا اشارہ ہے۔ برسبیل تنزل یہ بات مان بھی لی جائے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اپنی صحیحین میں کوئی ایک روایت بھی امام شافعیؒ سے نہیں لی جبکہ یہ خود شافعی یا مائل بہ شافعیت ہیں۔

امام قسطلانی لکھتے ہیں:

لم یرو عن الشافعی فی الصحیح۔(۴۴)

ترجمہ: امام بخاری نے امام شافعیؒ سے الصحیح میں روایت نہیں کیا۔

امام بخاریؒ کی طرح امام مسلمؒ نے بھی کسی طریق سے امام شافعیؒ سے روایت نہیں لی۔تو کیا اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ امام شافعیؒ کو غیر ثقہ سمجھتے تھے اگر ایسا ہوتا تو پھر امام بخاریؒ و امام مسلمؒ نے کس بنیاد پر امام شافعیؒ کے مذہب کو قبول کیا۔کیونکہ مذہب تو تمام ہی احادیث کی بنیاد پر ہوا تھا۔لہذا امام بخاریؒ و امام مسلمؒ کا ان کے مذہب کو قبول کرنا یا ان کے

مذہب کی طرف راغب ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔لہذا یہ سب باتیں امام اعظمؒ کے متعلق غلط بنیادوں پر سوچی اور کہی جاتی رہی ہیں۔

۱۔اسی طرح امام بخاریؒ، امام احمد حنبلؒ کے شاگرد ہیں۔آٹھ مرتبہ ان کے پاس بغداد گئے اور اگے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور براہ راست سماع کیا۔امام بخاریؒ خود فرماتے ہیں۔

دخلت بغداد آخر ثمان مرات کل ذالك أجالس أحمد بن حنبل۔(۴۵)

ترجمہ: میں آخری آٹھ بار بغداد گیا ہوں، اور ہر بار امام احمد بن حنبلؒ کی مجلس اختیار کی ہے۔

اس کے باوجود امام بخاریؒ نے اپنی الصحیح میں امام احمد حنبلؒ سے براہ راست صرف ایک حدیث لی ہے وہ بھی موقوفاً لی ہے اور دوسری جگہ واسطہ سے لی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ ''فتح الباری شرح صحیح البخاری'' میں درج کرتے ہیں۔

ولیس للمصنف فی ہذا الکتاب روایة عن أحمد الا فی ہذا الموضع۔

ترجمہ: ''امام بخاریؒ نے اس کتاب میں امام احمدؒ سے اس جگہ کے علاوہ اور کوئی روایت براہ راست نہیں لی۔''

امام بخاریؒ کئی دفعہ بغداد گئے اور امام احمد بن حنبلؒ کے گھر سکونت اختیار کی اس دوران امام بخاریؒ نے کئی حدیثیں آپ سے سنی لیکن صرف ایک حدیث آپ نے امام احمد بن حنبلؒ سے لی ہے اور ایک حدیث واسطہ سے لی ہے۔تو کیا امام بخاریؒ کے نزدیک امام احمد بن حنبلؒ غیر ثقہ ہیں۔بالکل نہیں بلکہ اس کی کچھ اور وجوہات ہیں۔

۲۔امام محمد بن یحییٰ الذہلیؒ، امام بخاری کے استاد ہیں ان کے درمیان بے پناہ محبت تھی اور امام بخاریؒ نے ان سے بہت استفادہ حاصل کیا لیکن جب امام بخاریؒ پر عقیدۂ خلق قرآن کی تہمت لگی تو امام محمد بن یحییٰؒ الذہلیؒ نے اس حد تک امام بخاریؒ کی مخالفت کی نیشاپور میں اعلان کر دیا:

لا یساکننی ہذا الرجل فی البلد۔

ترجمہ: ''اس شہر میں اس شخص کے ساتھ میری سکونت نہیں ہو سکتی۔''

اس سے نتیجہ نکلا کہ فخشی البخاری وسافر (امام بخاریؒ خائف ہو کر وہاں سے چلے

گئے)۔(۴۶)

لہٰذا امام بخاریؒ نے اپنی الصحیح میں امام محمد بن یحیٰی الذہلیؒ سے تمیں مقامات پر حدیث روایت کی ہیں لیکن ایک مقام پر بھی ان کا نام نہیں لکھا ہے کسی جگہ پر حدثنا محمد اور کسی جگہ حدثنا محمد بن عبد اللہ (یعنی دادا کی طرف نسبت کر دی) کسی جگہ حدثنا محمد بن خالد (یعنی پڑ دادا کی طرف منسوب کر دیا)

لہٰذا امام بخاریؒ نے ان سے تمیں احادیث لی لیکن ایک جگہ بھی ان کا نام نہیں لکھا ۔اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عدم روایت کسی کا نام نہ لینا یا کسی کی حدیث کو دوسرے طریقے سے روایت کر لینے کا معمول آئمہ حدیث میں موجود تھا۔اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا تھا کہ وہ اس کو ضعیف فی الحدیث سمجھتے تھے۔

۳۔امام مسلمؒ خود امام بخاریؒ کے شاگرد ہیں ۔عرض کرتے ہیں۔ دعنی حتی أقبل رجليك يا أستاذ الا ستاذين وسيد المحدثين و طبيب الحديث فی علله۔(۴۷)

ترجمہ: ” اے استاذوں کے استاذ،سید المحدثین اور علل حدیث کے طبیب! آپ مجھے اجازت دیں تو میں آپ کے پاؤں کا بوسہ لے لوں۔“

لہٰذا یہ تعلق اور قربت امام مسلمؒ کی امام بخاریؒ کے ساتھ تھی باوجود اس کے امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ سے کوئی روایت اپنی الصحیح میں نہیں لی ۔اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ امام مسلمؒ امام ذہلیؒ کے بھی شاگرد تھے ۔چونکہ امام ذہلیؒ نے امام بخاریؒ کے خلاف سخت فتوٰی دے رکھا تھا لہٰذا انہوں نے دو کام کیئے کہ نہ کوئی روایت امام بخاریؒ سے لی اور نہ امام ذہلیؒ سے ۔تاکہ دونوں میں سے کسی ایک کا فریق نہ ہوں۔

امام مسلمؒ نے امام بخاریؒ سے جتنی روایت نقل کی ہیں وہ سب الصحیح کے علاوہ دیگر کتب میں درج ہیں۔

امام قسطلانیؒ ،امام بخاریؒ کے حوالے سے لکھتے ہے:

روی عنه مسلم فی غیر الصحیح۔(۴۸)

ترجمہ: امام مسلمؒ نے ان سے الصحیح کے علاوہ کتب میں روایت کیا ہے۔

حتیجہ فکر عقلی اور نقلی دلائل کی روشنی میں:

لہٰذا امام بخاریؒ کا امام اعظمؒ سے کسی روایت کا نہ لینا اُنکے نزدیک امام اعظمؒ کا غیر ثقہ ہونا ہرگز نہ تھا۔ بلکہ اُس وقت امام ابو حنیفہؒ کے خلاف جو مرجئہ کا فتنہ چل پڑا تھا اس کی حقیقت امام بخاریؒ تک صحیح معنوں میں نہ پہنچ سکی تھی یا وہ امام ابو حنیفہؒ کے مقام و مرتبہ کو نہ سمجھ سکے ۔اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مقام و مرتبہ کو سمجھنے کے لئے امام بخاریؒ یا کسی اور امام حدیث کو ہرگز پیمانہ نہیں بنایا جاسکتا کہ وہ اپنی کتب میں امام اعظم ابو حنیفہؒ کا نام درج کریں تو ہی امام ابو حنیفہؒ کا مقام بلند ہوگا۔

امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

کان مرجئا سکتوا عنه وعن رأيه وعن حديثه۔(۴۹)

ترجمہ: وہ مرجئہ تھے ،اور محدثین نے ان سے رائے اور حدیث لینے میں سکوت اختیار کیا ہے۔

کسی امام کا امام ابو حنیفہؒ کو مرجئہ کہنے کے لیے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے کسی قول و فعل سے مرجئہ ہونا ظاہر ہوا ہو جبکہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے امام ابو حنیفہؒ بذات خود اس الزام کی تردید کرتے ہیں۔

بقول امام اعظم ابو حنیفہؒ:

اهل الا رجاء الذين يخالفون الحق فكانوا بالكوفة الكثير و كنت اقهرهم بحمد الله۔(۵۰)

ترجمہ: کوفہ میں بہت سے مرجئی رہتے تھے جو حق کی مخالفت کرتے تھے میں ان سے علمی مناظرے میں اللہ کی توفیق سے جیت جایا کرتا تھا۔

لہٰذا یہ امام بخاریؒ کی اپنی رائے یا اُس تہمت کی وجہ سے ہے جو اُس زمانے کے لوگوں نے امام ابو حنیفہؒ کے بارے میں قائم کر رکھی تھی۔ جبکہ امام بخاریؒ کا اپنا عمل اسکے برعکس ہے کیونکہ ایسے رواۃ حدیث ہیں جن پر مرجئہ کا الزام لگایا جن کو مائل بہ ارجا کہا گیا باوجود اس کے امام بخاریؒ نے اور دیگر آئمہ صحاح نے اُن سے روایت لی ہے۔

مثلاً: امام عمر بن ذر الھمدانی پر مرجئی کا الزام لگا۔ باوجود اسکے آئمہ صحاح نے اُن سے روایت لی ہے۔

بقول ابو حاتمؒ: أبو ذر كوفي ثقة مرجي۔ (۵۱)

آئمہ صحاح نے ان سے روایت لی ہے۔ جیسے "صحیح البخاری" "کتاب بدء الخلق"، "جامع الترمذی" "کتاب التفسیر القرآن"، ابو داؤد "کتاب البیوع" وغیرہ۔

امام بخاریؒ نے مزید مرجئہ سے روایت لی ہے: شعیب بن اسحاق الدمشقی، قیس بن مسلم الجدلی، یونس بن بکیر، عمرو بن مرۃ، ایوب بن عائذ وغیرہ وغیرہ۔

درحقیقت امام بخاریؒ نے لاکھوں احادیث میں سے اُن احادیث کو منتخب کیا ہے جو ان کے عقیدہ کے، مذہب کے، مسلک ومشرب کے موافق تھی اور انہی کے مطابق انہوں نے اپنی کتاب "جامع الصحیح" میں ابواب باندھے ہیں جن سے ان کے عقائد اور مذہب کی نمائندگی ہوتی ہے۔

بقول امام بخاریؒ کے:

"كتبت عن ألف نفر من العلماء وزيادة ولم أكتب إلا عمن قال، الإيمان قول وعمل. ولم أكتب عمن قال، الإيمان قول۔ (۵۲)

ترجمہ: میں نے ایک ہزار سے زیادہ علماء سے احادیث لکھی ہیں اور میں نے صرف اُن سے حدیث لکھی ہے جنہوں نے کہا "ایمان قول وعمل کا نام ہے" اور جس نے کہا ایمان صرف قول کا نام ہے اُس سے حدیث نہیں لی۔

امام ابو حنیفہؒ کا مرجئہ ہونا:

دیگر آئمہ کی طرح حضور سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ نے "غنیۃ الطالبین" میں اصحاب ابو حنیفہؒ کو مرجئہ میں شمار کیا ہے۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر امام اعظم ابو حنیفہؒ اور اصحاب امام ابو حنیفہؒ مرجئہ ہیں تب بھی یہ عین اہلسنت والجماعت کے مطابق ہے۔ یہ صرف لفظی نزاع ہے جو صدیوں سے اُلجھاؤ کا شکار رہا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کا موقف بالکل واضح ہے

کہ عمل نفس ایمان کا جزو نہیں ہے امام ابو حنیفہؒ عمل کو ایمان کے اکمل واتم ہونے میں ممد ومعاون سمجھتے تھے۔ وہ اس بات کو مانتے ہیں کہ عمل پر ثواب اور عذاب مرتب ہوتا ہے اسکے خلاف عقیدہ رکھنا گمراہیت ہے۔ اور یہ عقیدہ عین اہلسنت والجماعت کے مطابق ہے۔ لہذا ایسا مرجئہ اہلسنت سے خارج نہیں ہوتا۔ اسی لئے اگر سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ کے نزدیک ان کا مرجئہ ضالہ ہونا ثابت ہوتا تو آپؒ امام ابو حنیفہؒ کو کبھی امام نہ کہتے۔ سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانیؒ تارک صلاۃ کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے امام ابو حنیفہؒ کا قول یوں نقل کرتے ہیں کہ:

وقال الإمام أبو حنيفة لا يقتل: امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اس کو قتل نہ کیا جائے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ کا اہل رائے ہونا:

امام اعظم ابو حنیفہؒ کو اہل رائے کہنا اس وجہ سے تھا کہ اُس وقت امام اعظم فقہ کو مدون کر رہے تھے اور دین کے مختلف شعبہ جات میں اجتہاد کر رہے تھے اور یہی وجہ ہے کہ اجتہاد کو جو عروج آپ کے اور آپ کے تلامذہ کے زمانے میں نصیب ہوا وہ کسی اور زمانے میں نصیب نہ ہو سکا۔ لہذا بعض اہل علم آپ کی عمیق بصیرت اور مرتبہ کو سمجھ نہ سکے جس کے باعث اُنھوں نے آپ کے اجتہاد کو رائے کا نام دے دیا۔ لیکن اگر آپ اُس وقت اپنے تلامذہ کے ساتھ مل کر اجتہاد کو یہ بلندی نہ دیتے تو آج دین میں جو علوم وفنون اور مذاہب رونما ہوئے ان کو یہ کمال نصیب نہ ہو پاتا جو آج نصیب ہے۔ لہذا امام ابو حنیفہ اور اُن کے اصحاب کو اہل رائے کہنا دراصل انکی اجتہاد میں خدمات کو تسلیم کرنا ہی ہے۔

امام اعظم ابو حنیفہؒ نہ صرف اپنے معاصرین میں بلکہ ہر دور کے محدثین کے درمیان فن حدیث میں فائق رہے ہیں۔

مشہور محدث اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے معاصر امام مسعر بن کدامؒ فرماتے ہیں:

طلبت مع أبي حنيفة الحديث فغلبنا وأخذ نافي الزهد فبرع علينا وطلبنا معه الفقه فجاء منه ما ترون۔ (۵۳)

ترجمہ: میں نے امام ابو حنیفہؒ کے ساتھ حدیث کی تحصیل کی لیکن وہ ہم سب پہ غالب رہے اور زہد میں مشغول ہوئے تو وہ اس میں سب سے بڑھ کر تھے اور فقہ میں ان کا مقام تو تم جانتے ہی

ہو۔

بشر بن موسیٰؒ اپنے استاذ امام ابو عبدالرحمٰن مقری سے روایت کرتے ہیں:

وکان اذا حدث عن ابی حنیفة قال حدثنا شاهنشاه۔ (۵۴)

ترجمہ: امام مقری جب امام ابو حنیفہؒ سے روایت کرتے تو کہتے کہ ہم سے شہنشاہ نے حدیث بیان کی۔

لہٰذا آپؒ کو اہل رائے کسی منفی انداز میں کہنا درحقیقت علم دینیہ سے ناواقفیت کی بناء پر ہے۔ فرماتے ہیں کہ "ہم قیاس نہیں کرتے مگر ضرورت کی بناء پر ہم مسئلہ کی دلیل کتاب اللہ، سنت رسول اور صحابہ کرام کے قضایا سے تلاش کرتے ہیں، اگر اُن میں نہ ملے تو ہم نہ کہے ہوئے کو کہے ہوئے پر علت مشترکہ کی بناء پر قیاس کرتے ہیں۔ مزید براں فرماتے ہیں کہ مجھے حیرت ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ میں قیاس پر فتویٰ دیتا ہوں میں تو اثر پر فتویٰ دیتا ہوں"۔ باقی رہ گئی تابعین کی بات تو آپؒ فرماتے: "فهم رجال ونحن رجال" وہ بھی مرد ہیں اور ہم بھی مرد ہیں۔ جس طرح اُن کو اجتہاد کا حق ہے ہمیں بھی حق ہے۔

امام ابو حنیفہؒ کا خاصہ علم حدیث میں:

بحمداللہ تعالیٰ امام ابو حنیفہؒ پوری تاریخ اسلامی میں وہ واحد امام اعظم فی الحدیث ہیں کہ جن کی سند، رسالت مآب ﷺ تک صرف ایک واسطہ سے ہے۔ آئمہ حدیث میں یہ شرف و کمال امام ابو حنیفہؒ کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہے۔

اصول حدیث میں اسانید کے تین اعلیٰ درجات ہیں۔

۱۔ وحدان: جس میں حضور ﷺ اور راوی کے درمیان صرف ایک واسطہ ہو اُسے وحدان کہتے ہیں۔

۲۔ ثنائیات: جس میں حضور ﷺ اور راوی کے درمیان صرف دو واسطے ہوں (صحابی اور تابعی کا) اُسے ثنائیات کہتے ہیں۔

۳۔ ثلاثیات: جس میں حضور ﷺ اور راوی کے درمیان صرف تین واسطے ہو (صحابی، تابعی اور تبع تابعی کا) اُسے ثلاثیات کہتے ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے وہ احادیث صرف صحابی کے واسطے سے بیان کی ہیں جبکہ دیگر آئمہ نے وہی متن حدیث متعدد واسطوں سے روایت کیا ہے۔ متون کی مطابقت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو حنیفہؒ سے مروی تمام روایات صحیح ہیں۔

یہ امام ابو حنیفہؒ کا ہی خاصہ ہے کہ اُنھوں نے یہ تمام احادیث اُس وقت روایت کر دی تھیں۔ جب یہ آئمہ صحاح دنیا میں جلوہ گر بھی نہیں ہوئے تھے۔ بعد ازاں اُنھوں نے اُن روایات کو مختلف اسانید سے اپنی اپنی کتب کی زینت بنایا۔

حوالہ جات

۱۔ ابن جوزی، المنتظم فی تاریخ الملوک والأمم، ۸: ۱۲۹، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ۔

۲۔ قرشی، الجواهر المضیئة فی طبقات الحنفیة، ۱: ۲۷، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ۔

۳۔ تحقیق زاهد الکوثری علی مناقب الامام أبی حنیفة للذهبی: ۷، مصر دار الکتاب العربی۔

۴۔ بدرالدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، ۹: ۹۵۔

۵۔ کردری مناقب الامام الأعظم أبی حنیفة، ۱: ۵، کوئٹہ پاکستان مکتبہ اسلامیہ۔

۶۔ بدرالدین عینی، عمدة القاری شرح صحیح البخاری، کتاب الزکاة، ۹: ۹۵۔

۷۔ مسلم ابن الحجاج القشیریؒ، الصحیح کتاب فضائل الصحابة باب فضل فارس، بیروت لبنان۔

۸۔ امام جلال الدین سیوطیؒ، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۱: ۳۱،۳۳، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ۔

۹۔ ابن حجر هیتمی، الخیرات الحسان: ۲۴۔

۱۰۔ امام جلال الدین سیوطیؒ، تبییض الصحیفة بمناقب أبی حنیفة: ۱: ۳۱،۳۳، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ۔

۱۱۔ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، ۱۳: ۳۲۷، بیروت لبنان دار الکتب العلمیہ۔

۱۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱۔

۱۳۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۳۲۷۔

۱۴۔ امام ابن حجر عسقلانی، تهذیب التهذیب، ۱۰: ۴۴۹۔

۱۵۔ مسلم، الکنی والأسماء، ۱: ۱۲۹۔

۱۶۔ امام جلال الدین سیوطیؒ، طبقات الحفاظ، ۱: ۹۴۔

۱۷۔ بخاری، التاریخ الکبیر، ۸: ۸۱۔

۱۸. ابن ابی حاتم ،الجرح و التعدیل،۹: ۴۴۳.

۱۹. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب،۸: ۳۱.

۲۰. ذهبی سیر أعلام النبلاء،۶: ۳۹۴.

۲۱. عقود الجمان ص ۱۹۴.

۲۲. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب،۱۱: ۳۳۴.

۲۳. ذهبی سیر أعلام النبلاء،۶: ۳۹۳.

۲۴. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب،۶: ۴۷۸.

۲۵. مزی تهذیب الکمال،۲۷: ۳۰۷.

۲۶. کردری مناقب الامام الأعظم أبی حنیفة،۲: ۱۵۵، کوئٹه پاکستان مکتبه اسلامیه.

۲۷. مزی تهذیب الکمال،۲۴: ۳۵۷.

۲۸. کردری مناقب الامام الأعظم أبی حنیفة،۲: ۱۵۳، کوئٹه پاکستان مکتبه اسلامیه.

۲۹. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب،۱۰: ۴۰۱.

۳۰. مزی تهذیب الکمال،۱۸: ۴۸۴.

۳۱. بخاری التاریخ الکبیر ،۸: ۸۱.

۳۲. ذهبی سیر أعلام النبلاء،۱۱: ۱۸۰.

۳۳. شرح مسند امام اعظم از ملا علی قاری.

۳۴. مرقاة المفاتیح.

۳۵. مقدمه ابن صلاح.

۳۶. میزان الشریعه الکبری.

۳۷. مقدمه تاریخ ابن خلدون.

۳۸. فتح القدیر.

۳۹. الخیرات الحسان.

۴۰. احکام القرآن.

۴۱. نبراس.

۴۲. عمدة القاری.

۴۳. الخیرات الحسان.

۴۴. امام ابن حجر عسقلانی ،ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری ،۱: ۳۳.

۴۵. خطیب بغدادی تاریخ بغداد،۴: ۴۲. بیروت،لبنان دار الکتب العلمیه.

۴۶. ابن عساکر تاریخ مدینة دمشق،۵۳: ۹۵.

۴۷. ابن النقطة،التقیید لمعرفة رواة السنن و المسانید،۱: ۳۳

۴۸. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب،۹: ۴۱.

۴۹. امام بخاری، التاریخ الکبیر،۸: ۸۱.

۵۰. کشف الاسرار ،مناقب الامام اعظم

۵۱. امام ابن حجر عسقلانی تهذیب التهذیب

۵۲. للکائی شرح اصول اعتقاد اهل السنة ۲: ۸

۵۳. مناقب ابی حنیفه للذهبی.

۵۴. خطیب بغدادی تاریخ بغداد،۱۳: ۴۲۵

التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد ۶، شمارہ ۱۸، ۱۰ اپریل تا ستمبر ۲۰۱۲ء

امام الحرمین الجوینی الشافعیؒ کی علمی وفکری خدمات

(مسلم مفکرین اور مستشرقین کی آراء کے تناظر میں)

ڈاکٹر فاروق حسن

Imam al-Haramayn, al Shafi (R.A) (1028 AD- 1085/419 H-478 H.) an important thinker of the Ash'ari school, philosopher, theologian and jurist remarkably contributed to Islamic theology, Usul-e Fiqh along with many other sciences which gained a lot of renown from many circles. This paper discusses the importance of his significant, research based, high quality work for the contemporary Muslim and non-Muslim scholars of the East and West. He illustrated the doctrines (Aqidah) of Islam by primary sources of Shariah and rational and logical arguments. He introduced and adapted effective and appealing methods of Islamic theology (Kalam) by which ideological borders and boundaries of Islam were protected and also removed doubts and apprehensions prevailing in the minds of people

because of philosophical interference of Mutazilis of that time. This way of interpretation of Islamic doctrines on rational grounds instead of emotional ones has become utmost necessary today, in this age of doubts. This paper discusses that some biased non-Muslims who never leave any chance to defame the madrasah system and education, also admire the system, education, intellectual and research oriented activities, and wisdom of the graduate students of madrasah Nizamiyah in Baghdad and Nishapur. They are compelled to appreciate the high quality of research in both madrasahs. The paper will also discuss some major works of other scholars on Imam al-Juwayni's books. Sometimes in order to avoid lengthy discussions in this paper, only sources of commentaries have been mentioned where details can be found in chronological order.

ابوالمعالی ملقب بہ ضیاء الدین المعروف بامام الحرمین عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف بن عبداللہ بن یوسف بن محمد ابن حیویہ الجوینی الشافعی (۴۱۹ھ/۱۰۲۸ء)(۱۲۶)نیشا پور، ایران میں پیدا ہوئے۔وہ فقیہ، اصولی، متکلم اور کئی علوم میں دسترس رکھتے تھے۔ اپنے والد شیخ ابومحمد عبداللہ الجوینی (متوفی ۴۳۸ھ/۱۰۴۷ء)اور قاضی حسین سے تفقہ حاصل کیا(۱) آپ کے والد نیشا پور کے **صاحب التصانیف** شافعی عالم تھے۔ ان کی تصانیف "**الوسائل فی فروق المسائل**" اور "**الجمع والفرق**" "شافعی فقہ کے مسائل پر مشتمل ہیں(۲)۔ شیخ الجوینی کے چچا ابوالحسن علی بن یوسف الجوینی، المعروف بشیخ الحجاز، (متوفی ۴۶۳ھ)بڑے پائے کے صوفی تھے۔زندگی بھر تعلیم وتعلم اور خاص طور پر حدیث کی خدمت میں لگے رہے۔ اور علم التصوف پر کتاب لکھی جس کا نام "**کتاب السلوۃ**" رکھا۔(۳) استاد ابوالقاسم الاسکاف الاسفرائنی سے علم

الاصول کی تعلیم حاصل کی۔

امام الجوینی تقریباً بیس سال کی عمر میں علم الکلام کے اس دبستان سے منسلک ہوئے جسے چوتھی صدی ہجری/دسویں عیسوی کے آغاز میں سنی مکتبہ فکر کے زبردست امام ابوالحسن الاشعریؒ (متوفی ۳۲۴ھ) نے قائم کیا تھا یہ محمد بن عبد الوھاب بن سلام الجبائی معتزلی (متوفی ۳۰۳ھ) کے شاگرد تھے۔ امام ابوالحسن الاشعری اور الجبائی معتزلی کے کئی دلچسپ مناظروں کے احوال کتابوں میں محفوظ ہیں۔ امام اشعری نے ایک مناظرے میں الجبائی کو لاجواب کرنے کے بعد ایک علیحدہ مسلک اختیار کر لیا تھا۔ طغرل بیگ سلجوق کے وزیر عمید الملک الکندری نے جب اشاعرہ کی کھلم کھلا مخالفت کی اور منبروں سے مذمت کروائی تو امام الجوینی نیشاپور سے بغداد چلے گئے وہاں سے ۴۵۰ھ/۱۰۵۸ء میں حجاز مقدس پہنچے۔ مکہ معظمہ اور **مدینة المنورہ** میں چار سال تک درس دیتے رہے اسی وجہ سے ان کا امتیازی لقب امام الحرمین (**مكة المكرمه** اور **مدينة المنورہ** کے امام) ہوگیا (۴) بعد میں دوسرے اور تیسرے سلجوقی سلطنت کے وزیر نظام الملک کے دور میں دوبارہ نیشاپور آ گئے۔

نیشاپور کا علمی مقام ودرجہ:

علامہ شبلی نعمانی (متوفی ۱۹۱۴ء) نیشاپور کے علمی تفوق کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس زمانے میں اگرچہ تمام ممالک اسلامیہ میں علوم وفن کے دریا بہہ رہے تھے ایک ایک شہر بلکہ ایک ایک قصبہ مدرسوں سے معمور تھا۔ بڑے شہروں میں سینکڑوں علماء موجود تھے اور ہر عالم کی درسگاہ بجائے خود ایک مدرسہ تھا۔ لیکن ان سب میں دو شہر علم وفن کے مرکز تھے، نیشاپور، بغداد کیونکہ خراسان، فارس اور عراق کے تمام ممالک میں دو بزرگ استاد اکمل تسلیم کیے جاتے تھے یعنی امام الحرمین اور علامہ ابو اسحٰق شیرازی اور یہ دونوں بزرگ انہیں دونوں شہروں میں درس دیتے تھے" (۵) جمال الدین، ابو اسحٰق ابراہیم بن علی بن یوسف بن عبد اللہ شیرازی (متوفی ۴۷۶ھ) فقہ، اصول وحدیث کے امام اور طبقات الفقہاء اور کتاب اللمع سمیت متعدد کتابوں کے مصنف تھے۔ تقریباً سب ہی سوانح نگاروں نے ان کا تذکرہ کیا ہے مثلاً حاجی خلیفہ (متوفی ۱۰۶۷ھ) (۶)، اسماعیل پاشا (متوفی ۱۳۳۹ھ) (۷)، علامہ بدر الدین عینی

(متوفی ۸۵۵ھ) (۸)، علامہ عبد الرحیم الاسنوی (متوفی ۷۷۲ھ) (۹) وغیرہ

مدرسہ نظامیہ نیشاپور کا علمی مقام ودرجہ:

علامہ شبلی نعمانی کی تحقیق کے مطابق نظامیہ نیشاپور کو دوسرے تمام مدارس پر فوقیت حاصل تھی اس بارے میں تبصرہ کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں: "اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ جو تعمیر ہوا یہیں ہوا جس کا نام مدرسہ بیہقیہ تھا امام الحرمین (امام غزالی کے استاد) نے اسی مدرسہ میں تعلیم پائی تھی عام شہرت ہے کہ دنیائے اسلام میں سب سے پہلا مدرسہ بغداد کا نظامیہ تھا چنانچہ ابن خلکان نے بھی یہی دعویٰ کیا ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فخر بغداد کے بجائے نیشاپور کو حاصل ہے۔ بغداد کا نظامیہ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا کہ نیشاپور میں متعدد بڑے بڑے دارالعلوم قائم ہو چکے تھے۔ ایک وہی بیہقیہ جس کا ذکر ابھی گذر چکا ہے، دوسرا سعدیہ، تیسرا نصریہ، جس کو سلطان محمود کے بھائی نصر سبکتگین نے قائم کیا تھا ان کے سوا اور بھی مدرسے تھے جن کا سرتاج نظامیہ نیشاپور تھا امام الحرمین اسی مدرسے کے مدرس تھے"۔(۱۰) جبکہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق سب سے اہم مدرسہ بغداد کا نظامیہ تھا۔ جو ۱۰۶۷ء میں قائم کیا گیا (۱۱) اور مدرسہ بغدادیہ کے کردار اور معاشرہ میں اس کے مثبت اثرات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: (۱۲)

"The madrasah System had other unpredictable results."

(مدرسہ [نظامیہ] نے توقعات سے بڑھ کر شاندار نتائج دیے)

مدرسہ نظامیہ، نیشاپور اور امام الجوینی کے حلقہ درس سے منسلک تلامذہ کا مقام ودرجہ:

امام الجوینی نے مختلف علوم وفنون میں ایسے تلامذہ کی جماعت تیار کی جو اپنی مثال آپ تھی۔ مثلاً امام غزالی اور الکیا الھراسی وغیرہ حجۃ الاسلام ابو حامد محمد بن محمد بن احمد الغزالیؒ شافعی طوسی خراسانی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ/۱۰۵۸ء-۱۱۱۱ء) تقریباً بیس سال کی عمر میں (۴۷۰ھ/۱۰۷۷ھ) میں امام الحرمین کے حلقہ درس سے منسلک ہوئے (۱۳) وہ استاد الجوینی کے خاص شاگرد اور ان سے بیحد متاثر تھے۔ امام غزالی کی ابتدائی زمانے کی تحریروں میں یہ رنگ نمایاں نظر آتا ہے جیسے امام غزالی کی اصول فقہ پر پہلی کتاب "**المنخول**" کے طرز تحریر سے بھی یہی ظاہر ہے۔ (۱۴) امام غزالی نے مختلف علوم وفنون میں گرانقدر خدمات انجام دی ہیں محمد حسن ھیتو نے امام

غزالیؒ کی 500 کتابوں کا ذکر کیا(۱۵) انصاف پسند غیر مسلم اہل علم نے امام غزالیؒ کے حالات زندگی اوران کی علمی خدمات سے متعلق جو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ تحقیق پیش کیں ہیں ہم انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں مگر مشہور مستشرق ڈبلیو منٹگمری واٹ انسائیکلو پیڈیا بریٹا نیکا (Encyclopaedia Britannica) میں امام غزالیؒ کی علمی خدمات کے بارے میں جو شکوک وشبہات پیدا کئے ہیں ان سے اتفاق نہیں کیا جا سکتا مثلاً وہ لکھتے ہیں:

> "Over 400 works are ascribed to Al-Ghazali, but the Probalbly did not write nearly so many. Frequently the same work to found with different litle in different manuscrips, but many of the numerous manuscripts have not yet been carefully examined. Several works have also been falsely ascribed to him and others are of doubtful authenticity. At least 50 genuine works extant, some relertively short." (16)

(ترجمہ: کہا جاتا ہے کہ امام غزالیؒ نے ۴۰۰ سے زائد کتابیں تحریر کیں لیکن بہت ممکن ہے کہ انہوں نے اتنی کتابیں نہ لکھی ہوں ان کا ایک ہی کام مختلف ناموں سے بار بار ذکر ہوتا ہے۔ اور آج تک بھی ان کی بہت سی کتابوں کو باریک بینی سے نہیں جانچا گیا ہے۔ اور کئی کتابوں کو ان کی طرف غلط طور پر منسوب کر دیا گیا ہے اور کئی کتابوں میں تحریری مواد کے قابل اعتبار ہونے میں بھی شک ظاہر کیا گیا ہے ان کی اصل کتابوں کی تعداد کم از کم ۵۰ تو ہے اور ان میں سے کچھ مختصر ہیں۔) منٹگمری کی مذکورہ بالا عبارت سے امام غزالیؒ کی علمی خدمات کے بارے میں یہ باتیں عیاں ہوتی ہیں۔ انہوں نے 400 کتابیں نہیں لکھی مگر ان میں سے کم از کم 50 مختصر و طویل ان کی ہیں۔ ایک ہی کتاب کے مختلف نام رکھے گئے ہیں۔ کتابوں کو باریک بینی سے نہیں جانچا

گیا تحریری مواد کے قابل اعتبار ہونے میں شک ہے۔ مذکورہ بالا بیان نے 350 کتابوں کے بارے میں شکوک وشبہات میں ڈال دیا۔

اسی طرح ابو الحسن عماد الدین علی بن محمد بن علی الطبری الکیاالھراسی شافعی (۴۵۰ھ-۵۰۵ھ/۱۰۵۸ء-۱۱۱۰ء) فقیہ، اصولی ومفسر بھی امام الحرمین کے تین خاص شاگردوں میں سے ایک تھے۔ مدرسہ نظامیہ میں مدرس اور دولت سلجوقیہ میں مجد الملک بن ملک سلجوق کے عہد میں قاضی رہے۔ **التعلیق فی اصول الفقہ** سمیت کئی کتابیں لکھیں امام شوکانی نے **ارشاد الفحول** میں متعدد مقامات میں ان سے نقل کیا ہے(۱۷)

امام الحرمین کی علمی وفکری خدمات میں مشرق ومغرب کے اہل علم کی دلچسپی:

امام الحرمین کی تصانیف فقہ، اصول فقہ اور علم الکلام میں ہیں مشرق ومغرب کے مسلم وغیر مسلم سب نے ان کی کتابوں سے استفادہ کیا اور ان کی کتابوں کو مختلف زبانوں میں منتقل کیا طلبہ نے مختلف سطحوں پر ان کی کتابوں پر تحقیق کر کے شہادات حاصل کیں۔ Helmut Klopfer نے امام الجوینی کی کتاب "العقیدۃ النظامیہ" کا ۱۹۵۸ء میں جرمنی زبان میں ترجمہ کیا جو ان کے مقالے کا حصہ تھا۔

امام جوینی کی عظیم خدمات کو مستشرقین نے بھی بہت سراہا ہے۔ اور جب بھی کسی سوانح نگار یا تاریخ دان نے مدرسہ نظامیہ نیشا پور کا تذکرہ لکھا یا اشاعرہ یا سلجوق مملکت کے بارے میں کچھ تحریر کیا یا امام غزالی کے حالات زندگی اور ان کی خدمات کو بیان کیا تو امام الحرمین کا تذکرہ ضرور کیا۔ مثلاً دی آکسفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف دی ماڈرن اسلامک ورلڈ کے مقالہ نگار Lynda Clarke نے امام غزالی کے اساتذہ میں سے بطور خاص امام الجوینی کا نام لیکر تذکرہ کیا اور لکھا: "Al-Ghazali studied mysticism, theology, and Law with a number of teachers, including the famous Ash'ari theologian Abu al-Ma'ali al-Juwayni" (18) (امام غزالی نے تصوف، علم الکلام اور فقہ کی تعلیم بہت سے اساتذہ سے حاصل کی جن میں علم الکلام میں خاص شہرت کے حامل ابو المعالی الجوینی اشعری بھی شامل ہیں)

انسائیکلوپیڈیا آف اسلامک سویلائزیشن **اینڈ ریلیجن** کے مقالہ نگار Hugh Goddard امام جوینی کی علمی وفکری خدمات اور خاص طور پر ان کی "**کتاب الارشاد**" کے فلسفہ کے میدان میں اہمیت واثرات کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: "His works especially Kitab -al- Irshad (The Book of Guidance) demonstrate a some what greater openness to philosophy than was evident in the work of earlier Ash'ari theologians such as al- Baqillani....." (19) (ان کی خدمات خاص طور سے کتاب الارشاد سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے کے اشاعرہ جیسے الباقلانی وغیرہ کے مقابلے میں فلسفہ کو زیادہ اہمیت، وسعت اور قبولیت دیتے تھے)

امام الحرمین کی مؤلفات:

امام الحرمین کی مؤلفات کی تعداد چالیس سے زیادہ ہیں دکتور عبدالعظیم محمود الدیب (متوفی ۲۰۱۰ء) کی کتاب "امام الحرمین" میں ان کتابوں کی موجودگی کے بارے میں معلومات ہیں اور یہ کتاب کویت دارالقلم سے ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء میں چھپ چکی ہے۔

۱۔ اصول فقہ میں : **البرهان، الورقات، التحفه** اور **التلخيص**

۲۔ فقہ میں : **نهاية المطلب ، ومختصر النهايه**

۳۔ علم الکلام میں : **الارشاد، والشامل، والعقيدة النظاميه**

۴۔ علم الخلاف وجدل میں: **الاساليب، الكافيه، والدرة المضيّة فيما وقع فيه الخلاف بين الشافعيه والحنفية**

۵۔ تفسیر میں : **تفسير القرآن الكريم**

۶۔ حدیث : **الاربعون** (منتخب احادیث) (۴۰)

امام الحرمینؒ کی منتخب مؤلفات کا مختصر تعارف:

۱۔ الارشاد الی قواطع الادلۃ فی اصول الاعتقاد: امام الحرمین الجوینی کی "کتاب الارشاد" محمد موسیٰ اور اے عبدالحامد کی تحقیق کے ساتھ ۱۹۵۰ء میں قاہرہ سے چھپ چکی

ہے۔"کتاب الارشاد کا" J- Dominique Luciani نے El-Irchad فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو پیرس E.Leroux سے ۱۹۳۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ مستشرقین میں یہ ترجمہ مقبول ہے۔ مثلاً منٹگمری واٹ امام الجوینی کے قاری کی رہنمائی کے لیے مشورہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "Al- Juwayni's theological position can conveniently be studied in a French translation of a comprehensive work called the Irshad or Right Guidance." (امام الجوینی کے علم الکلام میں مقام ومرتبہ کو انکی ایک جامع کتاب الارشاد یا درست رہنمائی کے فرانسیسی ترجمہ کے مطالعہ کے ذریعے بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے)

اور اس کتاب کا یونیورسٹی آف شکاگو میں فکری تاریخ دان، Dr Paul E walker نے انگریزی زبان میں ترجمہ کیا اور اس پر ڈاکٹر محمد الیس عیسیٰ نے نظر ثانی کی۔ یہ کتاب "A Guide to Conclusive Proofs for the Principles of Belife" کے نام سے Garnet Publishing UK سے 2001ء میں 372 صفحات میں چھپ چکی ہے۔ پبلشر نے ان کلمات کے ساتھ تعارف پیش کیا۔ "This work, commonly known simply as al-Irshad (The Guide), is a major classic of Islamic theology. Its author, Imam al Haramayn al Juwayni (d. 478/1085), was the leading Ash'arite (Sunni) theologian of his time but he was more famous for his many important treatises on the principles of law and for having been the teacher of the great al Ghazali. Nevertheless, his writings in the field of theology, especially the present book, represent the high point of its development in the Islamic world until then. Here the master sets out systematically what he considered the sure

proofs for the principles on any discoures about God and His attributes, about what must be said concerning Him, and how the human being should understand what is possible in respect to God" (کتاب الارشاد علم الکلام میں ایک بنیادی شاہکار ہے جس کے مصنف امام الحرمین الجوینی (متوفی ۱۰۸۵ء / ۴۷۸ھ) ہیں وہ اپنے وقت کے اشعری (سنی) متکلم امام تھے۔ انہوں نے فن اصول فقہ پر کام اور امام غزالی کے استاد ہونے کی وجہ سے زیادہ شہرت پائی الجوینی کی تمام کتابوں خاص طور سے کتاب الارشاد نے عصر حاضر تک جو بھی اسلامی فلسفہ میں ترقی ہوئی اس میں بہت اہم کردار ادا کیا۔ کتاب الارشاد اس بات کو بیان کرتی ہے کہ کوئی بھی مباحثہ جو اللہ تعالی کی ذات وصفات کے بارے میں ہو اس کے عقلی ویقینی ثبوت کو کس طرح کن اصولوں کے مطابق منظم طریقے سے پیش کیا جائے اور یہ کہ کیا چیز اللہ کے لیے ممکن ہے (اور کیا محال) انسان کو ذات وصفات خداوندی کے متعلق کیا جاننا چاہیے اور کیا کہنا چاہیے)

۲۔ الشامل: ہدیۃ العارفین میں ہے کہ "الشامل فی الاصول" (۴۲) اس عبارت سے بظاہر ایسا نظر آتا ہے کہ یہ کتاب فن اصول فقہ میں ہے لیکن **البحر المحیط للامام الزرکشی** (متوفی ۷۹۴ھ) پر علمائے ازہر (مصر) نے تحقیق وتخریج کی ہے ان کے مطابق یہ کتاب "اصول الدین" میں ہے (۴۳) اور دائرہ معارف علوم اسلامیہ میں بھی اس کتاب کو علم الکلام میں شمار کیا گیا ہے۔ اور یہ لکھا ہے کہ یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے اس کا ایک مخطوطہ (نامکمل) قاہرہ کے قومی کتب خانے میں (علم الکلام عدد ۱۲۹۰) کے تحت موجود ہے۔ یہ نسخہ خانہ کوپرولو کے مخطوطے سے نقل کیا گیا ہے اس کا ایک اور نسخہ جس میں الجھی نے اقتباسات سے اضافہ کیا گیا ہے قاہرہ کے ڈاکٹر الخضیری کے پاس ہے اور ان مخطوطات کا G.C. Anawati مطالعہ کیا ہے۔ (۴۴)

۳۔ الورقات فی اصول فقہ۔ امام الجوینی اس کتاب میں فن اصول فقہ کے پندرہ اہم موضوعات کو زیر بحث لائے ہیں یعنی **اقسام الکلام، الامر، النہی، العام والخاص، المجمل والمبین، الظاہر والمؤول، الافعال، الناسخ والمنسوخ، الاجماع، الاخبار،**

التفسیر امام الحرمین الجوینی

القیاس، الحظر والاباحۃ، ترتیب الادلۃ، المفتی، احکام المجتہدین۔ یہ کتاب متعدد بار مختلف ممالک سے چھپ چکی ہے۔ مثلاً مصر مطبعہ الحمیدیہ سے ۱۳۳۲ھ میں، ریاض مکتبہ ابن خزیمہ سے ۱۴۱۲ھ میں ڈاکٹر فرید مصطفی سلمان کی تقدیم وتعلیق کے ساتھ، دمشق نشر المکتبۃ الھاشمیہ سے متون اصولیہ فی المذاہب الاربعہ کے نام سے، جلال الدین محمد بن احمد المحلی شافعی (متوفی ۸۶۴ھ) کی شرح اور احمد بن محمد بن احمد بن عبدالغنی الدمیاطی الشافعی (متوفی ۱۱۱۷ھ) کے حاشیہ کے ساتھ قاہرہ مشترکہ مکتبہ و مطبعہ مصطفی البابی الحلبی واولادہ سے ۱۳۷۴ھ-۱۹۵۵ء میں شائع ہوئی۔

الورقات ایک مختصر مگر بہت اہم متن ہے اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ **الورقات** کا Bercber Leon نے فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا جو Les fondements du fiqh کے عنوان سے پیرس سے 1995ء میں شائع ہوا "**کتاب الورقات**" پر متعدد حواشی وشروح لکھے گئے اور پھر شروح کی بھی شروح لکھی گئیں۔ "**الورقات**" پر کم از کم سترہ شروح اور حواشی ضرور لکھے گئے ہیں محشی اور شارحین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے ساتھ ان کو بیان کر دیا گیا ہے۔ (۲۵) اور شرح الشروح والحواشی کی تعداد بھی کم از کم ۹ تو ضرور ہے (۲۶) اور کم از کم پانچ علماء نے الورقات کو نظم کر کے پیش کیا (۲۷)

الورقات پر مخطوطات

الورقات پر کیے گئے متعدد کام مخطوطات کی صورت میں دنیا کے مختلف ممالک کی لائبریریوں میں طباعت کے منتظر ہیں مثلاً شیخ کمال الدین محمد بن محمد بن عبدالرحمن المعروف بابن امام الکاملیہ (متوفی ۸۷۴ھ) کی شرح الورقات مخطوطہ کی صورت میں دار الکتب مصریہ میں رقم (سلیم۔اصة ل) پر موجود ہے۔ شیخ احمد بن عمر بن زکریا التلمسانی الشافعی (متوفی ۹۰۰ھ) کی غایۃ المرام فی شرح مقدمۃ الامام کا مخطوطہ بھی دار الکتب المصریہ میں رقم (۳۲۸) اصول فقہ پر موجود ہے۔ حسین بن شہاب الدین الکورانی الکیلانی کی التحقیقات شرح الورقات کا مخطوطہ ترکی کے مکتبہ احمد الثالث میں ہے اس کی نقل قاہرہ کے معہد المخطوطات پر رقم (۱۳۴۴) اصول پر موجود ہے۔ شیخ عبدالحکیم مالک نے شرح الورقات للشیخ تاج الدین عبدالرحمن بن ابراہیم الفرکاح

(متوفی ۶۹۰ھ) پر مقالہ لکھا جس پر جامعہ الملک سعود، کلیہ التربیہ قسم الدراسات الاسلامیہ نے انہیں ۱۴۱۶ھ/ ۱۴۱۷ھ میں ماسٹر کی شہادۃ عطا کی۔

(۴) **کتاب التلخیص فی اصول الفقه:** یہ کتاب ڈاکٹر عبد اللہ جولم النبالی اور شبیر احمد العمری کی تحقیق کے ساتھ تین مجلدات ۱۹۵۰ میں بیروت، دار البشائر الاسلامیہ سے چھپ چکی ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی (متوفی ۴۰۳ھ) نے **"التقریب والارشاد فی ترتیب طرق الاجتهاد"** تصنیف کی اور پھر انہوں نے خود ہی **"الارشاد المتوسط، الارشاد الصغیر"** کے نام سے اسکا اختصار کیا یہ اصول کے موضوع پر ایک عظیم کتاب تھی۔ کتاب الارشاد کا وہ نسخہ جو دستیاب ہے وہ چار جلدوں میں ہے بیان کیا جاتا ہے کہ اصل کتاب بارہ جلدوں میں تھی۔ امام الحرمین کی **"التلخیص"** قاضی باقلانی کی مذکورہ کتاب کا اختصار ہے۔

(۵) **البرهان:** امام الحرمین جوینی نے ارسطو کے اسلوب پر اصول فقہ میں کتاب البرھان تالیف کی ان کی منہاجیات کی بہترین صراحت کتاب **"البرهان فی اصول الفقه"** میں ملتی ہے غالباً وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اشعری کے اصول کی بنیاد پر ایک اسلوب قائم کرنے کی کوشش کی (۲۸) **ہر زمانے میں** اس کتاب کو کئی حوالوں سے بہت اہمیت اور قدر و منزلت حاصل رہی ہے جس کا اندازہ مندرجہ ذیل باتوں سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔

۱۔ بلاشبہ تاریخ علم الاصول میں بالخصوص اور تاریخ فکر الاسلامی میں بالعموم "**البرهان**" کو اہم کتب میں شمار کیا گیا ہے اس میں ان اصولیین کی آراء بھی محفوظ ہوگئیں جن کی کتب ناپید ہوچکی ہیں مثلاً امام الحرمین تقریباً ہر مسئلہ میں قاضی محمد بن الطیب ابوبکر الباقلانی المالکی الاشعری (متوفی ۴۰۳ھ) کی رائے پیش کرتے ہیں ان کی یہ آراء ان کی کتب **"الارشاد والتقریب' اصول الکبیر' اصول الصغیر' المقنع فی اصول الفقه اور مسائل اصولیه** سے ماخوذ ہوتی ہیں جو ان کتابوں میں محفوظ تھیں مگر ان کتابوں میں سے کوئی کتاب ہم تک نہیں پہنچی۔ الدکتور عبدالحمید علی ابوز نید نے سراج الدین محمود بن ابی بکر الارموی (متوفی ۶۸۲ھ) کی کتاب "**التحصیل**" پر تحقیق کی وہ اس کے مقدمہ میں امام الباقلانی کی کتاب "**التقریب**" کے بارے میں امام السبکی شافعی (متوفی ۷۷۱ھ) کا قول نقل کرتے ہیں

کہ: "**والتقریب الذی قال عنه ابن السبکی: "وهو اجل کتب الاصول، والذی بین ایدینا مختصره ویبلغ اربعة مجلدات ویحکی ان اصله کان فی اثنی عشر مجلدا**"۔(۲۹)

اس طرح "**البرهان**" میں محمد بن الحسن بن فورک ابوبکر الانصاری الاصبہانی الشافعی (متوفی ۴۰۶ھ)، اصولی فقیہ، متکلم، ادیب نحوی کی آراء ان کی کتاب مجموعات سے پیش کردہ ہیں اور اشعری کی **"اجوبة المسائل البصریه"** سے اور قاضی عبدالجبار بن احمد الہمدانی معتزلی (متوفی ۴۱۵ھ) کی **العهد** اور شرح العمد سے اور ابن الجبائی المعتزلی، ابوعلی محمد بن عبدالوہاب بن سلام (متوفی ۳۰۳ھ) کی کتاب **"الابواب"** سے پیش کی گئی ہیں۔ غالب گمان کے مطابق امام شافعی کے بعد اصول فقہ میں اعتزالی مسلک کی تائید میں الجبائی نے پہلی کتاب لکھی۔ مناظر احسن گیلانی نے الانساب للسمعانی کے حوالے سے الجبائی کی کتابوں کے نام تحریر کیے اور لکھا "افسوس ہے کہ آج یہ کتابیں عام کتب خانوں میں نہیں پائی جاتیں اور نہ اس کا پتہ چل سکتا ہے کہ ان کتابوں میں سے الجبائی نے اصول فقہ کے مسائل کا تذکرہ اپنی کس کتاب میں کیا ہے۔ (۳۰)۔ ان میں سے **"العمد"** کے علاوہ تمام کتب ناپید ہیں۔ اسی طرح اہل السنت کی اصول فقہ پر کوئی اور کتاب سوائے **اصل الاصول' رسالة الشافعی** جو طریقہ متکلمین پر تصنیف کی گئی ہو ہم تک نہیں پہنچی یہ کتاب نئے طریقہ اور نئے اسلوب پر تالیف کی گئی۔

۲۔ آٹھویں صدی ہجری کے شافعی عالم تاج الدین السبکی شافعی (متوفی ۷۷۱ھ) ماضی میں فن اصول فقہ پر لکھی گئی کتابوں کا البرھان کے منہج سے تقابل کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "**إن هذا الكتاب وضعه إمام الحرمين في اصول الفقه على اسلوب غريب' لم يقتد فيه بأحد**" (۳۱) (بلاشبہ یہ کتاب جسے امام الحرمین نے اصول فقہ میں عجیب اسلوب پر تالیف کیا اس سے قبل کسی نے اس اسلوب پر نہیں لکھا)

۳۔ کتاب **"البرهان"** اصول فقہ کی ان چار رکن کتابوں میں سے ایک ہے جن پر کتب اصول فقہ کی عمارت قائم ہے اس علم کی معظم المولفات میں ان کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ ابن خلدون، عبد الرحمٰن بن محمد بن خلدون، مالکی (متوفی ۸۰۸ھ) کتب اصول فقہ میں

"البرهان" کی حیثیت کو یوں اجاگر کرتے ہیں: **"وکان من احسن ماکتب فیه المتکلمون کتاب البرهان الامام الحرمین والمستصفی للغزالی وهما من الاشعریة وکتاب العهد لعبد الجبار وشرحه المعتمد لابی الحسین البصری وهما من المعتزلة وکانت الاربعة قواعد هذا الفن وارکانه "** (۳۲) (متکلمین کی اصول فقہ پر عمدہ کتب میں سے یہ ہیں امام الحرمین کی **البرهان** اور الغزالی کی **المستصفی** ہیں یہ دونوں اشعری ہیں اور عبدالجبار کی کتاب "**العهد** "اور ان کی شرح" **المعتمد** "ہیں جو ابوالحسین البصری نے کی- دونوں معتزلی ہیں- چاروں کتب اس فن کے قواعد اورارکان کہلائیں)

ابن خلدون مالکی نے متاخرین متکلمین پر **البرهان فی اصول الفقه** کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے کہا: **"ثم لخص هذه الکتب الاربعة فحلان من المتکلمین المتاخرین وهما الامام فخر الدین بن الخطیب فی کتاب المحصول و سیف الدین الامدی فی کتاب الاحکام، واختلف طرائقهما فی الفن بین التحقیق والاحتجاج' فابن الخطیب امیل الی الاستکثار من الادلة والاحتجاج والامدی مولع بتحقیق المذاهب و تفریع المسائل"** (۳۳) پھر متاخرین میں سے دو عظیم متکلمین نے ان چاروں کی تلخیص کی وہ امام فخر الدین بن الخطیب (الرازی) ہیں جنہوں نے "**المحصول**" تالیف کی دوسرے سیف الدین الامدی ہیں جنہوں نے کتاب "الاحکام" تالیف کی دونوں نے اس فن میں تحقیق اور دلائل کے مختلف طریقوں کو اپنایا ابن الخطیب کثرت سے ادلہ اور احتجاج لانے کی طرف جھکاؤ رکھتے ہیں جبکہ امدی مذاھب کی تحقیق اور مسائل کی تفریع کرنے میں رغبت رکھتے ہیں)

ابن خلدون کے بیان سے واضح ہے کہ امام فخر الدین رازی شافعی(متوفی ۶۰۶ھ) کی کتاب "**المحصول فی فی اصول الفقه** "اور سیف الدین الامدی الشافعی(متوفی ۶۳۱ھ) کی کتاب "**الاحکام** " مندرجہ ذیل اصول فقہ کی چار عماد الاصول کتابوں سے کشید کرکے تیار کی گئی ہیں۔

۱۔ کتاب "**البرهان** "للامام الحرمین شافعی(متوفی ۴۷۸ھ)
۲۔ کتاب "**المستصفی** "للامام الغزالی شافعی(متوفی ۵۰۵ھ)

۳۔ کتاب "**المعتمد** "لابی الحسین البصری المعتزلی(متوفی ۴۳۶ھ)
۴۔ کتاب "**العهد** "للقاضی عبدالجبار المعتزلی(متوفی ۴۱۵ھ)
۴۔ ابن خلدون فن اصول فقہ کی ارکان اربعہ کتب کے اثرات اور مستقبل میں لکھی جانے والی مؤلفات اصولیہ کے ان پر اعتماد سے متعلق لکھتے ہیں: **"واما کتب المحصول مااختصره تلمیذ الامام سراج الدین الارموی فی کتاب التحصیل و تاج الدین الارموی فی کتاب الحاصل واقتطف شهاب الدین القرافی منهما مقدمات وقواعد فی کتاب صغیر سماه التنقیحات وکذلک فعل البیضاوی فی کتاب المنهاج وعنی المبتدئون بهذین الکتابین وشرحهما کثیر من الناس- واما کتاب الاحکام للامدی وهو اکثر تحقیقا فی المسائل لخصه ابوعمر وبن الحاجب فی کتابه المعروف بالمختصر الکبیر ثم اختصره فی کتاب اخرتداوله طلبة العلم و عنی اهل المشرق والمغرب به وبمطالعته وشرحه و حصلت زبدة طریقة المتکلمین فی هذا الفن فی هذه المختصرات"**(۳۴) (پھر اس کتاب" **المحصول** "کا خلاصہ امام فخر الدین کے شاگرد سراج الدین الارموی نے کتاب **"التحصیل"** میں اور تاج الدین الارموی نے کتاب "الحاصل" میں کیا بعد ازاں شہاب الدین قرافی نے ان دونوں کتابوں سے مقدمات وقواعد اخذ کئے اور ان کو ایک چھوٹی سی کتاب میں ضبط کیا جس کا نام **"التنقیحات"** رکھا اسی طرح بیضاوی نے **"المنهاج"** میں یہی طرز اختیار کیا ان دونوں کتابوں کو مقبولیت عامہ نصیب ہوئی اور لوگوں نے ان پر شرحیں ۔۔۔۔ کی کتاب **"الاحکام"** جو مسائل کی تحقیق پر مشتمل تھی اس کا خلاصہ ابوعمر وبن الحاجب نے اپنی کتاب مختصر الکبیر میں کیا پھر اس کا بھی خلاصہ ایک دوسری کتاب کی شکل میں لکھا جس کو طلبہ نے بہت ہی پسند کیا اہل مشرق ومغرب نے اس کو بڑی اہمیت دی شوق و ذوق سے اس کے مطالعے ہوئے اور اچھی اچھی اس پر شرحیں لکھی گئیں)

کتاب "البرهان" کے مضامین ومنادین پر ایک طائرانہ نظر:

امام الحرمین اپنی اس کتاب کا آغاز **"مقدمات الکتاب"** سے کرتے ہیں جس میں مبادیات علم اصول فقہ بیان کرتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے اس فن کی پیروی کو لازمی قرار

دیتے ہیں جو فنون علوم کے کسی فن میں گہرائی کا ارادہ رکھتا ہو وہ کہتے ہیں۔ آپ اسی نہج کی اپنی اس کتاب میں پیروی کرتے ہوئے اصول فقہ کی تعریف اس کے مصادر اور مقصود منہ کو ذکر کرتے ہیں اور پھر دیگر مقدمات لاتے ہیں احکام شرعیہ کی تعریف پیش کرتے ہیں۔معتزلہ کے اس شبہ پر مناقشہ کرتے ہیں جس میں انہوں نے تقبیح و تحسین اور اسکا ادراک عقلی یا شرعی ان سب کو اصول فقہ کی بحث میں شامل کردیا پھر منعم کا شکر اور وجوب شکر پر معتزلہ سے مناقشہ کرکے ان کے مذہب کا فساد ذکر کیا کیونکہ انہوں نے حسن و قبح کا وجوب عقلی مانا ہے حسن و قبح عقل پر مبنی ہیں یا شرع پر اس بارے میں بھی معتزلہ سے اسی طرح مناقشہ کیا جس طرح منعم کے شکر کے مسئلہ میں کیا تھا۔اس کے بعد تکلیف اور اس کا معنی اور مکلف کون ہے۔اسی طرح امام الحرمین نے ایک نیا اسلوب عطا کیا کہ ابتداء ہی میں عقل کے بارے میں مقبول قول پیش کردیا کیونکہ عقل ہی علوم کے حقائق تک رسائی کا ذریعہ ہے۔اس کے بعد علم کی سابقین سے منقول تعریفات پیش کرکے ان کا فساد بیان کیا اور پھر کہا کہ علم کی کوئی حتمی تعریف ممکن ہی نہیں۔پھر جہل، ظن، شک اور تقلید کا فرق بیان کیا۔

اور پھر ایک فصل کے تحت ان باتوں کا ذکر کرتے ہیں جن کا ادراک صرف عقل یا صرف سمع یا دونوں (عقل و سمع) کرسکتے ہیں۔ساتھ ہی ان میں سے ہر ایک کی انواع بیان کیں۔ آخر میں یہ مقدمات اس فصل پر ختم ہوتے ہیں: **"یشتمل علی مقدار من مدارک العقول تمس الحاجة الیه فی مسائل الاصول"**(۳۵) اس فصل میں واضح کیا کہ ہر معنیٰ میں عقل کا تفوق درست نہیں بلکہ بعض اشیاء کا درک اور حفظ عقل پر موقوف ہوتا ہے اور بعض کا نہیں وہ فرماتے ہیں: **"ان العقول لا تجول فی کل شئی بل تقف فی اشیاء و تنفذ فی اشیاء"** امام الحرمین ان مقدمات سے فراغت پانے کے بعد کتاب کے اصل موضوعات یعنی اصول الفقہ اور اس کے ادلہ کی طرف آتے ہیں جن کی مختصر تفصیل مندرجہ ذیل ہے

اولاً: البیان: کتاب کی اس قسم میں بیان کے مسائل کو ابواب اور فصول میں پیش کیا بیان سے مراد الکتاب والسنة ہے اس کے بعد بیان کو عقلی اور سمعی کی طرف تقسیم کردیا۔ **"کتاب البیان"** میں اوامر و نواہی کے مسائل، مطلق و مقید، عام و خاص کو بیان کیا۔ **"افعال الرسول"**

اور ان کے شرعی حجت ہونے پر کلام کیا۔ اتاویل کے طرق بیان کیے پھر اخبار پر ایک مکمل باب باندھا جس میں خبر متواتر کی شروط اور عمل کے وجوب میں خبر واحد کے مفید ہونے اور روایت و رواۃ اور ان کی صفات، جرح و تعدیل وغیرہ پر کلام کیا۔ **ثانیاً: الاجماع:** اس میں اجماع کے وقوع کے تصور پر بحث کرتے ہوئے اس کے ممکن الوقوع ہونے کا ذکر کیا مگر کہا: **"ولکنه فی زمننا لیس هین"**(۳۶) (اور لیکن وہ (اجماع) ہمارے زمانے میں آسان نہیں) وہ اجماع کی بحث میں مجمعین کی کتنی تعداد معتبر اور ان کی صفات کیسی ہونی چاہیے اوراجماع کیلئے کون سا زمانہ معتبر ہے؟ کیفیت اجماع قولی و سکوتی: اجماع کی کیفیت اور ان کے معتبر و غیر معتبر ہونے پر بحث کی اس بارے میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ کے اقوال پیش کئے پھر امام شافعی کے قول کو قول مختار تسلیم کیا کہ اجماع سکوتی کا کوئی اعتبار نہیں اور کہا: **"فالله لاینسب لساکت قول"**(۳۷) (بلاشبہ کسی خاموش شخص سے قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔) اور کس چیز پر اجماع کا انعقاد کیا جاسکتا ہے اور کس چیز پر اس کا انعقاد نہیں ہوسکتا اس بحث کے ساتھ ہی جزء اول مکمل ہوتا ہے۔

ثالثاً: القیاس: دوسرے جزء کا آغاز قیاس سے ہوتا ہے اس کو تفصیلاً تقریباً دو سو صفحات میں بیان کیا جس میں مسائل قیاس، اس کی انواع اور اس کے مراتب وغیرہ ذکر کئے۔ **رابعاً: استدلال:** استحسان اور مصالح و مرسلہ پر عمل کرنے سے متعلق مختلف آراء پیش کیں اس بارے میں تین مذاہب کا ذکر کیا یعنی اس کی نفی کرنے والے یعنی قاضی اور اصحاب متکلمین کا گروہ اوراس کے قائلین - یعنی امام مالک اور اجتہاد بالاستدلال کو شرط کے ساتھ جائز کہنے والے یعنی امام شافعی- امام الحرمین نے ان تینوں آراء میں سے امام شافعی کی رائے کو مختار تسلیم کیا ہے- **خامساً: النسخ:** اس کے تحت **"نسخ"** کے معنی بیان کئے اس کے عقلاً شرعاً وقوع کے جواز کو ثابت کیا **"نسخ الکتاب بالسنة"** اور **"نسخ السنة بالکتاب"** دونوں کو درست تسلیم کیا یہاں امام الحرمین امام شافعی کی مخالفت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ **"نسخ الکتاب بالسنة"** ممتنع نہیں ہے-

عبدالعظیم محمود الدیب (متوفی ۲۰۱۰ء) نے **"البرهان"** پر تحقیق کی قاہرہ، دارالانصار

سے 1980ء میں چھپ چکی ہے۔ان کی تحقیق کے مطابق یہ کتاب جو دو مجلدات پر مشتمل ہے جو شخ کے بیان پر مکمل ہوتی ہے مگر وہ نامکمل ہے۔ اور وہ اپنے اس دعوی کو دلائل سے ثابت کرتے ہیں مثلاً امام الحرمین نے البرھان کے خاتمہ میں **"الاجتهاد"** اور **"الفتوی"** کو اس کتاب میں شامل بتایا مگر وہ دونوں مطبوعہ کتاب میں نہیں ہے۔ امام الحرمین فرماتے ہیں: **"تم الكتاب، وقد نجز بحمد الله وحسن توفيقه الغرض من هذا المجموع في الاصول ونحن نرسم بعد ذلك، مستعين بالله تعالى، كتابا جامعا في الاجتهاد والفتوى يقع مصنفا برأسه وتتمة لهذا المجموع"** اس کتاب کے نامکمل رہنے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ امام الحرمین نے **كتاب التاويلات** کے آخر میں جو بیان فرمایا اس سے تو صریحاً پتہ چلتا ہے کہ نسخ کے بعد **باب الفتوی** اور **صفات المفتيين، الاستفتاء** اور **اوصاف المجتهدين** کا ذکر کیا گیا ہوگا۔(۳۸)

المنخول جو امام الحرمین کی کتاب **البرهان** کا خلاصہ ہے اس میں احکام الاجتہاد والفتوی موجود ہے اور خود امام غزالی اپنی کتاب کے آخر میں فرماتے ہیں: **"هذا تمام المنخول من تعليق الاصول، بعد حذف الفضول، وتحقيق كل مسالة بما هية العقول، مع الاقلاع عن التطويل، والتزام مافيه شفاء الغليل، والاقتصار على ماذكره امام الحرمين رحمه الله في تعاليقه، من غير تبديل و تزييد في المعنى و تعليل، سوى تكلف في تهذيب كل كتاب بتقسيم فصول، وتبويب ابواب .... الخ"** اس سے بھی معلوم ہوا کہ **المنخول** کے مسائل اور ان کی ترتیب اور مشتملات کتاب برھان کی صورت پر مرتب کئے گئے **المنخول** میں "احکام الاجتہاد و الفتوی" کا ہونا اس بات کا واضح قرینہ ہے کہ یہ دونوں موضوعات کتاب البرھان میں شامل رہے ہوں گے اور اس کا جزء ہوں گے۔

کتاب البرهان کی شروح: اس کتاب پر متعدد حواشی وشروح لکھے گئے مثلاً علی بن اسماعیل الابیاری اصفہانی مالکی(متوفی ۶۱۶ھ) نے شرح لکھی (۳۹) محشی اور شارحین کی تاریخ وفات کی زمانی ترتیب کے ساتھ ان کو بیان کردیا گیا ہے۔(۴۰)

امام الحرمین کی وفات پر ان کے شاگردوں اور اہل نیشاپور کے جذبات:

امام الحرمین تقریباً تیس سال تک نیشاپور کے مدرسہ نظامیہ میں درس وتدریس میں مصروف رہے (۴۱) کے بعد ۴۷۸ھ/۱۰۸۵ء میں (قمری حساب کے مطابق) تقریباً انسٹھ سال کی عمر میں انتقال فرماگئے۔شبلی نعمانی ابن خلکان (متوفی ۶۸۱ھ) کے حوالے سے نقل کرتے ہیں: "ان کی وفات کے دن نیشاپور کے تمام بازار بند ہوگئے اور جامع مسجد کا منبر توڑدیا گیا ان کے شاگرد جو چارسو کے قریب تھے سب نے دوات وقلم توڑڈالے اور سال بھر تک ان کے ماتم میں مصروف رہے"۔(۴۲)

خلاصہ بحث ونتائج:

امام الحرمین (**مكة المكرمه ومدينة المنوره** کے امام) کا تعلق عجمی ملک ایران کے شمال میں واقع شہر نیشاپور (موجودہ زمانہ میں صوبہ رضوی خراسان کا شہر) کے ایک علمی گھرانے سے تھا۔ان کی چالیس کتابوں کے بارے میں پتہ چل سکا ہے۔آپ کی تصانیف کا علمی ،فکری وتحقیقی معیار اتنا بلند تھا کہ عرب وعجم ،مشرق ومغرب کے اہل علم اب تک ان سے استفادہ کررہے ہیں۔طلبہ نے ان کی کتب میں سے بعض پر پی ایچ ڈی سطح کے مقالے لکھ کر شہادات بھی حاصل کیں۔علماء نے ان کی کتابوں کی شروح لکھیں ان پر حواشی وتعلیقات لکھے۔مستشرقین نے بھی بعض کتابوں کے جرمنی ،فرانسیسی ،انگریزی اور دوسری زبانوں میں تراجم کئے۔مستندمعیاری انسائیکلوپیڈیا میں امام الحرمین پر مقالہ لکھے گئے۔اس کے علاوہ معتزلہ پر تنقیدی کام کے حوالے سے بھی امام الجوینی پر مضامین لکھے گئے۔امام الجوینی نے اپنے والد ،اپنے زمانے کے علماء ومشائخ اور مدرسہ بیہقیہ سے تعلیم حاصل کی اور پھرتقریباً تیس برس تک مدرسہ نظامیہ نیشاپور میں درس وتدریس ،تصنیف وتالیف اور دین کی خدمت میں گذارے اس کے باوجود ان کی شخصیت ،تصانیف اور علوم وفنون میں خدمات اور معاشرہ کی تعمیر وترقی میں ان کی خدمات نے اتنے مثبت اور گہرے اثرات مرتب کئے کہ عصرحاضر کے غیر مسلم مفکرین بھی جو دینی مدارس کو بدنام کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے وہ بھی مدرسہ نظامیہ کی علمی ،تحقیقی وفکری سرگرمیوں اوروہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے طلباء کی تعریف کرتے ہوئے نہیں تھکتے کیونکہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔عصر حاضر میں بھی دینی مدارس نیشاپور کے علمی وتحقیقی معیار اور

معاشرہ کی ضروریات پورا کرنے والے نصاب ونظام ، ذہن وفکر کو وسعت دینے والی سرگرمیوں کی تقلید کریں تو آج کے غیر مسلم بھی دینی مدارس کے بارے میں اپنا رویہ درست کرنے پر مجبور ہوں گے۔

عصر حاضر میں امام الجوینی کے کارناموں کو بیان کرنے اور ان کے انداز فکر اور زبان وبیان کے موثر اسلوب کو اپنانے کی اہمیت زیادہ بڑھ جاتی ہے ان کے زمانہ کے معتزلہ علم الکلام کا غلط استعمال کرکے اسلامی عقائد وتعلیمات کی ایسی تعبیر وتشریح کر رہے تھے کہ جس کی وجہ سے مسلم اذہان میں شکوک وشبہات جنم لے رہے تھے تو دوسری طرف بعض متعصب غیر مسلموں کو اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے کا موقع فراہم کر رہے تھے۔ امام الجوینی نے اشعری فکر کی بھرپور ترجمانی کرتے ہوئے اسلام کی نظریاتی سرحدوں کا بہترین دفاع کیا اور اسلامی عقائد وتعلیمات کی متکلمانہ وفلسفیانہ، موثر، فصیح وبلیغ انداز میں تعبیر وتشریح کے ایسے منہج کو اپنایا کہ شکوک وشبہات کا خودبخود ازالہ ہوگیا۔ آج کے زمانے میں بھی ابلاغ اور تحریر وتصنیف کے ایسے انداز کو اپنانے کی ضرورت ہے جو جذباتی ہونے کے بجائے عقلی ہو۔امام الجوینی اپنی کتابوں میں مسائل کا بہترین انداز میں تجزیہ کرتے ہیں دوسروں کی آراء کو کھلے دل کے ساتھ بیان کرکے جس کو بہتر سمجھتے ہیں اختیار کرتے ہیں اور کبھی اپنی رائے کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ امام جوینی نے اسلامی فلسفہ کی ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا وہ فلسفیانہ مسائل میں اس انداز سے فکری بحث کرتے ہیں کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ انہوں نے مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات کی سچائی جانچنے کا ایک پیچیدہ مگر تعمیری اسلوب مہیا کیا تاکہ تعبیر وتشریح سے متعلق معاملات کو درست طریقے سے سمجھ کر ان پر عمل کیا جاسکے انہوں نے تلامذہ کی ایک ایسی جماعت بھی تیار کی جو علوم وفنون اور تحقیق کے میدانوں میں اپنی مثال آپ تھے امام الجوینی کے شاگرد امام الغزالی نے ۵۰۰ کتابیں لکھیں۔

حوالہ جات

۱۔ دائرہ معارف اسلامیہ لاہور دانش گاہ پنجاب ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء ج ۵ ، ص ۵۲۱

۲۔ حوالہ سابق ص ۵۲۲

۳۔ **البرهان في اصول الفقه**، امام الحرمین الجوینی متوفی ۴۷۸ھ دیکھیے تحقیقی مقدمہ دکتور عبد العظیم محمود الديب، المنصورہ، دار الوفاء، مکتبہ امام الحرمین ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء، ج ۱، ص ۴۵

۴۔ دائرہ معارف اسلامیہ ج ۵ ، ص ۵۲۱

۵۔ الغزالی، علامہ شبلی نعمانی (۱۸۵۷ء/۱۹۱۴ء) کراچی، دار الاشاعت ۱۴۱۲ھ ص ۱۱

۶۔ كشف الظنون عن اسامي الكتب والفنون، مصطفى بن عبد الله القسطنطيني الرومي الحنفي، ملا كاتب الجلبي، حاجي خليفة (متوفی ۱۰۶۷ھ) بیروت، دار الفکر ۱۴۰۲ھ ۱۹۸۲ء ج ۱، ص ۲۳۹ اور ج ۲، ص ۵۱۴۲

۷۔ **هدية العارفين في اسماء المؤلفين و آثار المصنفين**، اسماعیل پاشا بغدادی (متوفی ۱۳۳۹ھ) بیروت، دار الفکر ۱۴۰۲ھ۔۱۹۸۲ء، ج ۵ ، ص ۸

۸۔ **كشف القناع المرني**، بدر الدين عيني متوفی ۸۵۵ھ جدہ جامعہ الملک عبد العزیز ۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳ء، ص ۶۹۴

۹۔ **طبقات الشافعية**، جمال الدین عبد الرحیم الاسنوی شافعی متوفی ۷۷۲ھ بیروت دار الکتب العلمیہ ۱۴۰۷ھ۔۱۹۸۷ء، ج ۲ ص ۷۸۔۸ (۷۸۲)

۱۰۔ الغزالی، علامہ شبلی نعمانی ص ۱۱

۱۱۔ Encyclopaedia Britanica, Macropaedia Chicago, Helen Hemingway Benton (1973-1974) Vol.22. p.120

۱۲۔ حوالہ سابق

۱۳۔ Al-Ghazal, The Mystic, Smith, Margaret, Lahore: Hijra Publication (1983) p.15

۱۴۔ دیکھیے تحقیقی مضمون اصول فقہ پر امام غزالی کی مشہور کتاب "**المنخول من تعليقات الاصول**" کا تنقیدی وتحقیقی مطالعہ (مسلم مفکرین اور مستشرقین کی آراء کے تناظر میں) فاروق حسن، معارف اسلامی، اسلام آباد، علامہ اقبال یونیورسٹی جولائی۔ دسمبر ۲۰۱۰ء، ج ۹ ، شمارہ ۲ ، ص ۴۷۔۶۴

۱۵۔ المنخول من تعليقات الاصول، ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالي الشافعي الطوسي (۴۵۰ھ۔۵۰۵ھ/۱۰۵۸ء۔۱۱۱۱ء) دیکھیے محمد حسن ہیتو کا تحقیقی مقدمہ، دمشق، دار الفکر طبع ثانی (۱۴۰۰ھ) ص ۴۴

١٦ـ Encyclopaedia Britannica, Chicago, Helen Hemingway Benton (1973-1974) Vol.8 p146

١٧ـ **هدية العارفين** ج ٥، ص ٦٢٣، کشف الظنون ج١، ص ٢٢٣ ـ **الفتح المبين في طبقات الاصوليين**، عبداللہ بن مصطفی المراغی، بیروت محمد امین دمج، سنہ ندارد ج ٢، ص ٧ـ٨

١٨ـ The Oxford Encyclopedia of the Modern Islamic World Editor John L. Esposito New York: Oxford University Press (1995) Vol 2. p.61

١٩ـ Encyclopedia of Islamic Civilisation and Religion, Edited by Lan Richard Netton. New York & London, Routle Dge (2008) pp. 335-336

٢٠ـ **البرهان في اصول الفقه**، امام الحرمین الجوینی، دیکھیے تحقیق مقدمہ دکتور عبد العظیم محمود الديب، ص ٣٢

٢١ـ Islamic Philosophy and Theology, Montgomery Watt New Jersey: Rutgers

٢٢ـ **هدية العارفين** ج ٥، ص ٦٢٥

٢٣ـ **البحر المحيط** للامام الزرکشی (متوفی ٧٩٤ھ) دیکھیے تحقیق مقدمہ لعلماء الازهر بیروت دار الکتبی، (سنہ ندارد) ج ١، ص ٧

٢٤ـ دائرہ معارف اسلامیہ ج ٥، ص ٥٢١

٢٥ـ فن اصول فقہ کی تاریخ، فاروق حسن کراچی دارالاشاعت ٢٠٠٦ء، ص ٣٢٦ـ٣٢٢

٢٦ـ حوالہ سابق

٢٧ـ حوالہ سابق ص ٣٢٦ـ٣٢٧

٢٨ـ دائرہ معارف اسلامیہ ج ٧، ص ٥٢١

٢٩ـ التحصيل من المحصول لسراج الدين محمود بن ابی بکر الارموی (متوفی ٦٨٢ھ) دیکھیے تحقیق مقدمہ عبدالحمید علی ابو زنید، موسسہ الرسالہ (١٣٩٨ھ) ج ١، ص ١٩

٣٠ـ تدوین فقہ و اصول فقہ، سید مناظر احسن گیلانی کراچی الصدف پبلشرز ١٣٢٨ھ ص ١٠٣

٣١ـ **طبقات الشافعيه الكبرى**، تاج الدین ابو نصر عبدالوہاب بن علی بن عبدالکافی السبکی (٧٢٧ھ ـ ٧٧١ھ) تحقیق عبدالفتاح محمد الحلو محمود محمد الطناحی ١٩٦٤/٥: قاہرہ دار احیاء الکتب العربیہ فیصل عیسیٰ البابی الحلبی سنہ ندارد

٣٢ـ مقدمہ ابن خلدون عبدالرحمن بن محمد بن خلدون (٧٣٢ھ ـ ٨٠٨ھ) بغداد، مکتبہ المثنیٰ سنہ ندارد، ص ٢٥٣

٣٣ـ حوالہ سابق

٣٤ـ حوالہ سابق ص ٢٥٣ـ٢٥٥

٣٥ـ **البرهان في اصول الفقه**، امام الحرمین الجوینی متوفی ٤٧٨ھ، مکتبہ امام الحرمین ١٣٩٩ھ ج ١، فقرہ ٥٣ وما بعدها

٣٦ـ حوالہ سابق فقرہ: ٢٠٠

٣٧ـ حوالہ سابق فقرہ: ٩٢٣، ٩٢٢

٣٨ـ حوالہ سابق فقرہ: ٣٢٧

٣٩ـ الديباج، ابن فرحون مالکی (متوفی ٧٩٩ھ) بیروت دار الکتب العلميه ١٤١٧ھ ص ٣٠٦

٤٠ـ فن اصول فقہ کی تاریخ ص ٣٣٣

٤١ـ Al-Ghazali, The Mystic pp.16-17

٤٢ـ الغزالی، علامہ شبلی نعمانی، ص ١٣